انسانیت کی خدمت کا زرّیں موقعہ

احمدی ڈاکٹروں سے بصیرت افروز

خطاب

از

سیّدنا امیر المومنین حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الثالث امام جماعت احمدیہ

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا امیرالمومنین حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب

انسانیت کی خدمت کا زرّیں موقعہ

احمدی ڈاکٹروں سے بصیرت افروز

خطاب

از

سیّدنا امیر المومنین حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الثالث امام جماعت احمدیہ

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغربی افریقہ کے کامیاب دورہ سے مراجعت پر

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نے

کمیٹی روم فضلِ عُمر فاونڈیشن ربوہ

میں

مورخہ ۳۰ ظہور ۱۳۴۹ ہش مطابق ۳۰ اگست ۱۹۷۰ء

کو احمدی ڈاکٹروں کے ایک خصوصی اجتماع کو ولولہ انگیز اور پُر اثر خطاب سے نوازا تھا، جس میں حضور نے ارضِ بلال میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ رونما ہونے والے شاندار انقلاب اور "نصرت جہاں آگے بڑھو" پروگرام کی دلچسپ تفصیلات پیش فرمائیں تھیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان قیمتی ارشادات کو ہم بفضل ایزدی افادہ احباب کے لیے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج پیدا فرمائے۔

وَالسَّلَام

محمد اسماعیل مُنیر واقفِ زندگی

سیکریٹری مجلس نصرت جہاں

ربوہ (پاکستان)

۳۰ ہجرت ۱۳۵۱ ہش

۳۰ مئی ۱۹۷۲ء

افریقہ میں خدمتِ خلق کے نقطہ نگاہ سے ڈاکٹروں کی بڑی ضرورت ہے

احمدی ڈاکٹروں کی تعداد ہمارے کالج کے فارغ التحصیل طلباء سے جو ڈاکٹر بنے ہیں، اُن کی تعداد بھی کئی سو ہے۔ بہت سے تو باہر جا کر SETTLE ہو گئے ہیں یا اُن میں سے کوئی ابھی پڑھائی کر رہا ہے جو ڈاکٹر باہر جاتے ہیں اور پڑھائی کے ساتھ اپنا کام بھی شروع کر دیتے ہیں وہ پھنس جاتے ہیں اُنہیں یہ مشورہ بھی دینا پڑے گا کہ ایک خاص مدّت تک (خواہ یہ عرصہ چھ ماہ کا ہو جس میں) وہ کام نہ کریں، صرف پڑھائی کریں۔ مثلاً گکھڑ کا ڈاکٹر ریاض ہے وہ بڑا اچھا ڈاکٹر تھا، یہاں لاہور میں بھی کام کرتا رہا ہے، وہ باہر چلا گیا اور وہیں اُس نے اپنے بیوی بچے بھی منگوا لیے اور اب دونوں میاں بیوی نوکری بھی کر رہے ہیں۔ مگر اس طرح باہر جانے والے ڈاکٹر پڑھائی کی طرف توجہ نہیں کر سکتے ان کو ایسا وقت ملنا چاہیئے خواہ چھ مہینے ہی کا کیوں نہ ہو جس میں اُنہیں نوکری کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر ان کے پاس پیسے ہیں تو انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے اگر پیسے نہیں تو اس سلسلہ میں ان کی مدد بھی کی جا سکتی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس وقت کم و بیش دو ہزار احمدی ڈاکٹرز ہیں اور یہ بڑی تعداد ہے الحمدللہ۔

افریقی ممالک اور احمدی ڈاکٹروں کی ذمّہ داری ڈاکٹروں پر اس وقت افریقہ نے بہت بڑی ذمّہ داری ڈال دی ہے اس لیے مَیں نے آپ کو آج یہاں جمع ہونے کی تکلیف دی ہے۔ ایک تو

افریقہ میں خدمتِ خلق کے نقطۂ نگاہ سے ڈاکٹروں کی بڑی ضرورت ہے اور دوسرے وہاں ڈاکٹر حقیقی اسلام کے لیے بڑا اچھا کام کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ وہاں جانے والے ڈاکٹروں کو قربانی بہرحال دینی پڑے گی مگر اس وقت ہم ڈاکٹروں سے اتنی بڑی قربانی نہیں لے رہے مثلاً انگلستان میں جو عام ڈاکٹر گورنمنٹ سے تنخواہ پا رہے ہیں، ٹیکس وغیرہ ادا کرنے کے بعد ان کی خالص آمد ۱۲۰ پونڈ ماہانہ ہے کیونکہ وہاں بڑے بھاری ٹیکس عاید ہوتے ہیں۔ اب جب میں انگلستان گیا تو مَیں نے ڈاکٹروں سے اس سلسلہ میں پوچھا تھا۔ چنانچہ انگلستان میں ڈاکٹر کو ملنے والے ۱۲۰ پونڈ کے مقابلے میں ہم افریقہ میں ۶۰ پونڈ بالمقطع دیتے ہیں اور اس کے علاوہ جو ہسپتال کے ذریعہ سے خالص بچت ہوتی ہے اس کا ایک چوتھائی بھی۔ چنانچہ اس وقت تک ہمارے تین ڈاکٹر افریقہ میں کام کر رہے ہیں ان کو ۶۰ پونڈ تو ویسے دئے جاتے ہیں اور ان کی ہسپتال کی آمدنی کا ¼ حصّہ ملا کر ان کو قریباً ۱۴۰ پونڈ مل جاتے ہیں، یعنی انگلستان میں ۱۲۰ پونڈ اور افریقہ میں ۱۴۰ پونڈ۔ پھر یہ بھی ہے کہ انگلستان میں بعض کو تو کوارٹروں میں جگہ مل جاتی ہے، لیکن اکثر کو نہیں ملتی جس کی وجہ سے ان کو کرایہ پر مکان لینا پڑتا ہے لیکن افریقہ میں رہائش، پانی، بجلی وغیرہ کلینک ہی دیتا ہے۔

(نوٹ: نئے جانے والے ڈاکٹروں میں سے بعض ڈاکٹروں کا ¼ حصّہ پہلے سال میں ہی تین چار سو پونڈ ماہوار تک پہنچ گیا ہے۔ مرتب)

ہمارا LATEST طبّی مشن گیمبیا میں کُھلا ہے ڈاکٹر سعید صاحب وہاں گئے ہیں، اُن کو وہاں کام شروع کیے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں۔ شروع میں انہیں کافی دِقّت کا سامنا کرنا پڑا کچھ تعصّب بھی تھا کچھ ہم نے انہیں دیہات میں پھینک دیا تھا۔ بایں ہمہ دو سال میں اُن کی جو NET SAVING ہے یعنی اپنا چوتھائی حصّہ نکال کر باقی تین چوتھائی ۵ اور ۶ ہزار پونڈ کے درمیان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اڑھائی اور تین ہزار پونڈ سالانہ آمد ہے جس سے ان کے حصّہ میں ¼ کے لحاظ سے قریباً ڈیڑھ دو ہزار

پونڈ آتا ہے اور اس طرح ان کا ۴۰ پونڈ سے بھی زیادہ بن جاتا ہے۔

احمدی ڈاکٹروں کی خصوصی ذمّہ داریاں لیکن ہمارا جو مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر بڑا مخلص ہونا چاہیئے اور بڑا دُعاگو ہونا چاہیئے کیونکہ وہاں اس وقت ہمارا عیسائیوں سے سخت مقابلہ ہے وہ بہت پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے اچھے ہسپتال بنا رکھے ہیں جن میں کوالیفائڈ ڈاکٹرز کام کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان کے مقابلے میں جہاں بھی ہمارا کلینک کُھلا ہے زیادہ مقبول ہوگیا ہے۔ ہمارے کلینک کی اِس حد تک مقبولیت ہو چکی ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کانو میں ہیں یہ علاقہ نائیجیریا کا مسلم نارتھ کہلاتا ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ بعض وزراء تک گورنمنٹ ہسپتال میں جانے کی بجائے ان کے پاس آتے ہیں۔ حالانکہ ایک وزیر کو اُن کے کسی دوست نے کہا کہ گورنمنٹ ہسپتال موجود ہے آپ وہاں نہیں جاتے اور ان کے کلینک میں چلے جاتے ہیں (اُس وقت یہ کلینک تھا اب تو اچھی خوبصورت عمارت پر مشتمل ہسپتال بن چکا ہے) اس نے کہا مجھے وہاں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا اور اپنے رشتہ داروں کا علاج ہمارے ہسپتال میں آکر کراتا ہے۔ شاید ظاہری علمیت کے لحاظ سے عیسائی زیادہ اچھے ہونگے، لیکن وہ دُعا کرنے والے نہیں یا کم از کم ہمارے ڈاکٹروں کے مقابلے میں اُن کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ سب کی دعائیں قبول کرتا ہے، لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو احمدی ڈاکٹر کے ہاتھ میں بفضلہٖ تعالیٰ زیادہ شفاء ہے۔

دوسرے ہمیں وہاں ایسا ڈاکٹر چاہیئے جو ہمیں حساب کے جھمیلوں میں نہ پھنسائے۔ اِس وقت تک اِن تینوں ڈاکٹرز یعنی کانو میں ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب، لیگوس میں ڈاکٹر عمر الدین صاحب سدھو اور یہاں گیمبیا میں ڈاکٹر سعید صاحب نے اس سلسلہ میں بھی بہت ہی اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ یہ ہر مہینے کے آخر میں اپنے مبلغ انچارج کو کہتے ہیں کہ اتنی رقم NET SAVING کی ہے آپ لے لیں یا ہمیں

بھجوادوں یا اگر اکاؤنٹ کھلا ہُوا ہو تو وہ خود وہاں جاکر جمع کروادیتے ہیں ہم ان سے ایک سرسری سا حساب تو لیتے ہیں لیکن ہمیں یہ فکر نہیں ہوتی کہ یہاں کوئی غیر مخلصانہ اقدام بھی کیا گیا ہوگا، وہ اپنی اپنی جگہ بڑے اخلاص سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

ڈاکٹروں کے لیے وقف کا زرّیں اور آسان موقع | جو ڈاکٹر وہاں جانا چاہیں، وہ واقف ہونگے البتہ ان کے لیے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ ساری عمر کے لیے زندگی وقف کریں مثلاً چھ سال کے لیے وقف کر سکتے ہیں اور اس کے بعد ہمارے ساتھ CLASH کیے بغیر اگر انہی ملکوں میں اپنی پریکٹس کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں بڑی خوشی سے کریں، ہمیں تو اس کی تقویت ہی ہے لیکن ان کا جو وقف کا عرصہ ہے وہ انہیں بہر حال نباہنا پڑے گا۔

چنانچہ زندگی وقف کرنے والے ڈاکٹر کے لیے اس سلسلہ میں ہم نے ایک معاہدہ تیار کیا ہے۔ تین یا پانچ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جائے گی جو آج ہی غور کر کے تجاویز پیش کرے گی تاکہ ان پر غور کیا جاسکے۔ تحریک جدید نے ڈاکٹروں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں میں نے تھوڑی سی تبدیلی کی ہے یعنی ڈاکٹر اگر چاہیں تو وہ ۳ سال یا ۶ سال کے لیے بھی وقف کر سکتے ہیں۔ ۶ سال کا عرصہ زیادہ اچھا ہے۔ لیکن اگر کسی ڈاکٹر کے حالات زیادہ دیر وقف کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں تو ہم ۳ سال کے لیے بھی اس کا وقف منظور کر لیں گے پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اور ڈاکٹر دیدے گا۔

ہیلتھ سنٹرز کی افادیّت | علاوہ طبّی خدمات کے ہمیں وہاں جو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم غریبوں کا مفت علاج کرتے ہیں اور بہت کچھ مدد کرتے ہیں، ہمارے اپنے مبلّغین کا مفت علاج ہوتا ہے پھر بھی ایک ایک کلینک کی اڑھائی تین ہزار پونڈ سالانہ آمد ہو رہی ہے۔ اگر ایک ملک میں چار ہیلتھ سنٹرز ہوں تو ہماری سالانہ خالص آمد دس ہزار پونڈ بنتی ہے اگر جماعت کے چندے اتنے ہوں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے یا اتنے ہوں کہ

زائد بچ جائے یا جن ملکوں کے چندوں کی رقم بچی ہوئی ہو اسے ہم دوسرے ملکوں میں جہاں جماعتیں مضبوط نہیں ہیں ان کی مدد کے لیے بھجوا دیں تو پھر اس بات کا فکر نہیں رہتا کہ اگر کسی وقت یہاں سے روپیہ نہ بھجوایا جا سکے تو ہماری طبی اور تبلیغی سرگرمی متاثر ہو گی۔ مثلاً گیمبیا ہے میں نے اُن سے بھی یہی کہا تھا، وہاں کے وزیر صحت ہم سے بڑا تعاون کرتے ہیں اُن کو میں نے اپنے پاس بلایا تھا اور ان سے تبادلہ خیال کیا تھا وہ کہتے تھے کہ ان کے پاس جنرل سرجن کا صرف ایک سنٹر ہے۔ وہ چار مختلف جگہوں پر ہیلتھ سنٹرز کھلوانا چاہتے تھے اور ان کے علاوہ باتھرسٹ میں ایک سپیشلسٹ سنٹر۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور تعاون کے لیے دو چیزوں کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک تو حکومت ہمیں زمین دے جہاں کہیں زمین کی ضرورت ہو، کیونکہ زمین ہم باہر سے نہیں لا سکتے۔ زمین تمہیں دینی پڑے گی اور دوسرے یہ کہ ڈاکٹروں کے لیے ریذیڈنٹ پرمٹ دیں ورنہ وہ یہاں آ نہیں سکتے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ تعاون کریں اور ہم یہاں میڈیکل سنٹر جلدی کھول سکیں تو میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں ہر سال یہاں ایک ہائی سکول کھولتا چلا جاؤں گا۔

گیمبیا تعلیم میں بہت پیچھے ہے اس حد تک پیچھے ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اُن کے پاس یونیورسٹی کوئی نہیں (یہ جو وزیر صحت ہیں ان کے پاس ہی وزارت تعلیم کا محکمہ بھی ہے) میں نے اُن سے کہا کہ ہم ۵۰، ۵۰ فیصدی بوجھ برداشت کر کے یہاں ایک یونیورسٹی کھول دیتے ہیں تو وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہمارے طلبا کی کل تعداد جو ہر سال میٹرک کے امتحان میں شامل ہوتی ہے صرف ایک ہزار ہے اس میں سے چار، ساڑھے چار سو لڑکا پاس ہوتا ہے تو یونیورسٹی کیسے چلے گی؟ چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ یہاں میڈیکل سنٹرز کھولنے میں ہماری مدد کریں تو میں یہاں ہر سال ایک ہائی سکول کھولتا ہوں کیونکہ جس وقت تک ہمیں کسی ملک سے باہر بھیجنے کے لیے روپے کی ضرورت نہیں پڑتی ہم اس وقت تک اس ملک سے روپیہ باہر نہیں نکالتے ہم وہیں INVEST کر دیتے ہیں

چنانچہ وہ بڑے خوش تھے۔

گیمبیا میں پہلے احمدیہ کلینک کا قیام اور خوشکن نتائج

گیمبیا میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا ہے کہ جہاں ڈاکٹر سعید احمد صاحب کام کر رہے ہیں وہاں بھی ہمیں زمین نہیں مل رہی تھی کیونکہ ایک چیف نے زمین دی اور گورنمنٹ کے ایک آفیسر نے کہا کہ اس چیف کو زمین دینے کا کوئی اختیار ہی نہیں چنانچہ جھگڑا اٹھ گیا۔ بالآخر انہوں نے زمین تو دیدی مگر ۲۰ پونڈ سالانہ RENT بطور لیز لگا دیا۔ کوشش ہوتی رہی، اب میرے آنے کے بعد اس کا کرایہ ۲۰ پونڈ کی بجائے ایک شلنگ سالانہ مقرر ہو گیا ہے اور یہ لیز ۲۱ سال کے لیے ملی ہے۔ دنیا میں عام طور پر ۹۹ سال یا ۵۰ سال کی لیز ہوتی ہے میں نے اپنے مشن کو کہا تھا کہ ۲۰ سال سے اوپر کا PERIOD (پیریڈ) ملے تو لے لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ۲۰ سال میں انشاء اللہ ان ملکوں میں ایک انقلاب عظیم رونما ہو چکا ہو گا۔ پھر ہمارے لیے لیز پر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا اور ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس کے علاوہ ہمیں گیمبیا میں ہیلتھ سنٹر کے لیے مزید تین جگہ زمین مل گئی ہے ایک جگہ تو ایک سیٹلائٹ ٹاؤن بن رہا ہے، جہاں ہمارے سابق گورنر جنرل سنگھاٹے نے بھی کوٹھی بنوائی ہے اس کے قریب ہی بر لب سڑک سپیشلسٹ سنٹر کے لیے گورنمنٹ نے جگہ دے دی ہے۔ جب میری اس وزیر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھے کہنے لگے کہ بالکل باتھرسٹ کے اندر تو آپ زمین کا مطالبہ نہیں کر رہے؟ میں نے کہا نہیں، میرا مطالبہ یہ ہے کہ یہ جگہ باتھرسٹ سے دس میل کے اندر اندر ہو اور پختہ سڑک پر ہو۔ وہاں سڑکیں بہت کم ہیں۔ سارے ملک میں ایک دو سڑکیں ہیں ویسے یہ ملک بھی بہت چھوٹا ہے لیکن آب و ہوا کے لحاظ سے بڑا اچھا ہے۔

غرض یہاں بھی ہیلتھ سنٹر کھولنے کے لیے حسب منشا زمین مل گئی ہے۔ لیکن اب وہ وزیر صاحب پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ کہاں ہیں تمہارے ڈاکٹر؟ ان کے کاغذات آنے چاہئیں۔ ان کے ساتھ میں نے

وعدہ کیا تھا تین سپیشلسٹس کا یعنی ایک EYE SPECIALIST کا، ایک اچھے ڈینٹسٹ کا اور ایک ٹی بی سپیشلسٹ کا۔ آپ یہ سُن کر حیران ہونگے کہ گیمبیا کے سارے ملک میں ایک بھی EYE SPECIALIST نہیں ہے اگر وہاں کسی آدمی کی نظر کمزور ہو رہی ہو تو بیچارے کو اپنی آنکھ دکھانے کے لیے سینیگال کے دارالخلافہ ڈاکار جانا پڑتا ہے اور پھر جو نمبر ملتا ہے اُسے وہ لندن بھجواتا ہے اور وہاں سے عینک بنواتا ہے چنانچہ جو عینک ہمارے ہاں دس بارہ روپے میں بن جاتی ہے اس پر اُسے کم وبیش پانچ پونڈ خرچ کرنے پڑتے ہیں اور دوسرے اخراجات مثلاً دوسرے ملک میں جانا وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

پھر اسی طرح سارے ملک میں کوئی اچھا ڈینٹسٹ بھی نہیں ہے۔ ان کے بڑے ہسپتال میں ایک ٹی بی سنٹر تو ہے جس میں نارتھ یا شاید ساؤتھ کوریا کے دو ڈاکٹر کام کرتے ہیں مگر وہ بھی سال میں چھ مہینے چھٹی پر رہتے ہیں اور اس چھ ماہ کے عرصہ میں وہاں ٹی بی کا علاج کرنے والا کوئی ماہر ڈاکٹر نہیں ہوتا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں کافی زمین دو کیونکہ ہمیں ٹی بی والا حصّہ بہرحال الگ رکھنا پڑے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس غرض کے لیے بڑی اچھی زمین دے دی ہے۔

آنکھوں کے ماہر کی ضرورت میں چاہتا ہوں کہ ہمیں ایک ایسا آئی سپیشلسٹ مل جائے جو وہاں دکان بھی کر سکے کیونکہ عینک کے لیے لندن بھجوانے والا قصّہ تو نہیں رہنے دینا۔ ایسا ڈاکٹر ہونا چاہیئے جو نظر ٹسٹ بھی کرے، عینک بنا بھی دے اور لگا بھی دے۔

ڈینٹسٹ تو ہمارے پاس دو اچھے آگئے ہیں۔ لندن میں ڈاکٹر ولی شاہ صاحب جو مشرقی افریقہ کے اقبال شاہ صاحب کے بیٹے ہیں اور بڑے اچھے ڈینٹسٹ ہیں انہوں نے وہاں کئی ہزار پونڈ خرچ کر کے اپنا ایک کلینک بنا رکھا ہے جس میں دو ڈاکٹر ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کا بڑا اچھا کام چل رہا ہے۔ میرے خیال میں وہ چار پانچ سو پونڈ ماہانہ کما رہے ہیں وہ بڑے مخلص احمدی ہیں۔ ان کا مجھے خط آیا تھا کہ میرے لیے کیا ہدایت ہے؟ کیا میں اپنا کلینک بیچ دوں؟ میں نے ان سے

کہا ہے کہ ابھی نہ بیچو۔ اِن کے علاوہ دانتوں کے ایک اور ڈاکٹر نے بھی وقف کر دیا ہے۔ بہر حال ڈینٹسٹ تو ہمیں مل گئے ہیں۔ ٹی بی کے ڈاکٹر بھی مل گئے ہیں، البتہ آئی سپیشلسٹ کی فوری ضرورت ہے۔

میری ایک اور تجویز ہے اور وہ سرجری والے حصے کے متعلق ہے کہ جب ہمارے بہت سے سنٹر بن جائیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے ڈاکٹر یہ جو چار مہینے انگلستان میں جا کر ضائع کرتے ہیں اس میں سے دو مہینے وہاں جا کر کام کریں ویسے بھی مشورہ ہوتا ہے طبّی آلات ہیں۔ مثلاً ٹی بی کے لیے مَیں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ ایکسرے پلانٹ بھجوائیں گے یعنی مکمل لیبارٹری ہو گی اور ایسا کرنے میں کوئی دِقّت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے مگر ہمارا پیسہ ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ پیسے ضائع کرنے کے لیے اللہ میاں ہمیں دیتا ہی نہیں، یعنی ہمیں ایک دھیلا بھی ضائع کرنے کے لیے نہیں ملتا، لیکن ہماری ضرورت کو پورا کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

ڈاکٹر سعید صاحب جنہوں نے پانچ اور چھ ہزار کے درمیان سالانہ آمد پیدا کی ہے اُن کو ہم نے یہاں سے جاتے وقت دوائیاں وغیرہ خریدنے کے لیے صرف پانچ سو پونڈ دیا تھا اور انہوں نے سارے اخراجات نکالنے کے بعد دو سالوں میں پانچ چھ ہزار پونڈ SAVE کر لیا اور یہ معیّن اس لیے نہیں کہ میرے دَورے کے وقت پانچ ہزار سے رقم بڑھ چکی تھی لیکن وہ کہتے تھے کہ ابھی آخری BALANCE SHEET نہیں بنی اس لیے میں صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا، اغلباً چھ ہزار پونڈ سے زیادہ ہے اور یہ بڑی رقم ہے۔

دنیا کے حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں ہو سکتا ہے کسی ملک میں ہمیں اپنے مشن چلانے کے لیے روپے کی ضرورت ہو، مگر ہم باہر سے نہ بھجوا سکیں تو اس صورت میں اگر ہمارے یہ سنٹرز ہوں گے تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہو گی، یہی میڈیکل سنٹرز رقم مہیّا کریں گے۔

کانو کلینک خوبصورت عمارت میں

کانو میں ہمارے کلینک نے پندرہ ہزار پونڈ سے زیادہ بچایا ہُوا تھا جسے اسی کلینک پر خرچ کر کے ایک بہت اچھی خوبصورت

بلڈنگ بنا دی گئی ہے، ایبٹ آباد میں اس کی تصویر پڑی ہوئی ہے آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ابھی ایک چوتھائی کام رہتا ہے۔ چند دن ہوئے مجھے خط آیا ہے کہ اس حصے پر بھی لنٹل پڑ گئے ہیں اور اب وہ اچھا بڑا ہسپتال بن گیا ہے۔

یہاں بہت سے ڈینٹسٹ نے وقف کیا تھا لیکن وہاں اس وقت تک DEMAND نہیں تھی اب وہاں سے اطلاع آئی ہے کہ اگر کوئی ڈینٹسٹ آئیں گے تو وہ بھی اچھا کام کر سکیں گے، لیکن جو چیز بڑی ضروری ہے وہ اخلاص ہے اور عادت دُعا ہے اس کے بغیر تو ہمارا ڈاکٹر وہاں کام نہیں کر سکتا۔ اگر ڈاکٹر میں اخلاص نہیں ہوگا، تو وہ ہمارے لیے پرابلم بن جائے گا اگر وہ دُعا گو نہیں ہوگا تو وہ اپنے مریض کے لیے پرابلم بن جائے گا۔

طبیب کو دُعا گو ہونا چاہیئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بڑا ظالم ہے وہ طبیب جو اپنے مریض کے لیے دُعا نہیں کرتا اور حقیقت یہی ہے۔ اب ڈاکٹر عمر الدین صاحب نے لیگوس میں دو کلینک کھول لیے ہیں، یعنی ایک تو انہوں نے کرنل یوسف والا کلینک سنبھالا تھا ان کی وفات کے بعد اور اب بالکل شہر کے سنٹر میں غریبوں کے محلے میں ایک اور کلینک کھولا ہے۔ جہاں ساتھ ہی دو اور کلینک کھل گئے ہیں، ایک تو کسی افریقن نے کھولا ہے اور دوسرا کسی غیر ملکی غالباً لبنانی نے کھولا ہے یہ ہفتے میں دو دفعہ اس کلینک میں جاتے ہیں ان کی رپورٹ تھی کہ دوسروں کے مقابلے میں ہمارا کلینک اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقبول ہو رہا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اتنا فضل کر رہا ہے اور اتنا پیار کرتا ہے جماعت سے کہ ہمیں انفرادی طور پر بھی ناشکرا بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے جماعت تو شکر گزار ہے لیکن کسی ایک فرد کو بھی ناشکرا بندہ نہیں بننا چاہیئے ہمارے مالوں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے۔

ہم خوش ہیں۔ اب ہمارے یہ بڑی عمر کے دو ڈاکٹر جا رہے ہیں ایک ہمارے ریٹائرڈ بریگیڈیئر ڈاکٹر

غلام احمد صاحب اور دوسرے ڈاکٹر سیّد غلام مجتبیٰ صاحب ابن رسید غلام مجتبیٰ صاحب) کے تو پنشن کے کل ۳ سال رہتے تھے، مَیں نے ان سے کہا کہ ۳ سال کی چھٹی لیں کیونکہ اگر ان کی پنشن کم ہو تو یہ بھی دراصل ایک لحاظ سے جماعت کا نقصان ہے اس لیے ان سے مَیں نے کہا ہے کہ ۳ سال کے بعد چھ ماہ یا سال کے لیے یہاں آجائیں اور اپنا عرصہ ملازمت پُورا کر کے فُل پنشن پر ریٹائر ہو کر پھر وہاں چلے جائیں۔

سرحد کے ہمارے بعض ڈاکٹر ہیں جن کی سترہ اٹھارہ سال کی سروس ہے وہ بھی بڑے مخلص ہیں، اُن سے بھی میں نے یہ کہا ہے کہ چھٹی لو کیونکہ ان کے پانچ چھ سال رہتے ہیں فُل پنشن ہیں۔ ۳ سال گذارنے کے بعد وہ پھر یہاں آجائیں گے اور ان کی جگہ کسی اور کو ۳ سال کے لیے بھجوا دینگے پھر فل پنشن ملنے پر دوبارہ وہاں چلے جائیں گے۔ ہم اپنی طرف سے تو چاہتے ہیں کہ پورا خیال رکھیں لیکن کام کو نقصان پہنچائے بغیر۔

افریقنوں کی فراخدلانہ پیشکش

غرض اس وقت آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا ہے کہ بارہ جگہوں سے ہمیں یہ پیشکش آچکی ہے کہ ابتدائی اخراجات جسے کیپٹل انوسٹمنٹ کہتے ہیں وہ سارے ہم برداشت کرتے ہیں آپ یہاں ہیلتھ سنٹر کھولیں اور یہ پیشکش کرنے والوں میں سے بعض عیسائی پیراماؤنٹ چیف بھی ہیں اور بعض غیر احمدی پیراماؤنٹ چیف بھی ہیں۔

سیرالیون کے نارتھ میں جورو ایک جگہ ہے یہاں ہمارا ایک بڑا اچھا ہائی سکول ہے یہاں کے ایک پیراماؤنٹ چیف کا خط حال ہی میں مجھے ایبٹ آباد میں ملا، جس میں اس نے لکھا ہے ہم آپ کے بڑے ممنون ہیں آپ نے ہمارے علاقے میں ہائی سکول کھولا اور اس وجہ سے میری چیفڈم کا نام ہمارے ملک میں مشہور ہو گیا، حتیٰ کہ دنیا میں مشہور ہو گیا۔ ربوہ والے بھی جانتے ہیں کہ جورو کی ایک چیف ڈم ہے جہاں یہ سکول کام کر رہا ہے۔ اس شکریہ کے بعد اس نے لکھا کہ میری چیف ڈم

کا خیال یہ ہے کہ اگر میرے علاقے میں کوئی آدمی بیمار ہو جائے تو اسے ۲۰-۳۰ میل دور جا کر میڈیکل ایڈ ملتی ہے۔ اس لیے زمین میں دیتا ہوں اور مکان بنا کر میں دیتا ہوں، آپ یہاں ہیلتھ سنٹر کھولیں اور اسی قسم کی دس بارہ جگہوں سے پیش کشیں آ چکی ہیں۔

ایک جگہ تو اس غرض کے لیے ہمارے احمدیوں نے کرایہ پر مکان لے لیا ہے ٹیچی مان ایک جگہ ہے اور یہ بھی غانا کے نارتھ میں ہے اکرہ سے ۲۴۰ میل دور واقع ہے، وہاں ہمارا مشن ہے بہت بڑی جماعتیں ہیں مَیں نے انہیں لکھا تھا کہ ہم یہاں ہیلتھ سنٹر کھولنا چاہتے ہیں تم اس کا انتظام کرو۔ انہوں نے وہی مکان جس میں ہم چند گھنٹے کے لیے ٹھہرے تھے معمولی سے کرایہ پر لے لیا ہے اور یہ اس کالونی میں واقع ہے جو وہاں کے احمدیوں کے اشتراک سے بن رہی ہے۔

نائیجیریا میں اجے بواوڈے میں ہماری ایک احمدی بہن نے پندرہ ہزار پونڈ سے زیادہ خرچ کر کے ایک جامع مسجد تعمیر کروائی ہے۔ ہماری یہ بہن بڑی ہمّت والی ہے اس نے خود کھڑے ہو کر اپنی نگرانی میں یہ مسجد بنوائی ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہاں عربی کا سکول کھولیں اب مَیں نے یہاں سے اُسے لکھا ہے کہ میں اجے بواوڈے میں ہائی سکول کے علاوہ میڈیکل سنٹر بھی کھولنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک اجے بواوڈے کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ یہاں سے BUSH (بُش) یعنی بیگن کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور ان میں اسلام کی تبلیغ کی بڑی ضرورت ہے اب اس مخلصہ احمدی بہن کا خط آیا ہے کہ جماعت نے بڑی کوشش کی تھی، زمین نہیں مل رہی تھی۔ مَیں نے جماعت کی ناکامی کے بعد کوشش کر کے زمین خرید لی ہے اور مَیں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں، لیکن عربی جاننے والا استاد ضرور بھیجیں کیونکہ مَیں اپنی باقی زندگی قرآن کریم سیکھنے میں خرچ کرنا چاہتی ہوں۔ یہ دو جگہیں تو ایسی ہیں جہاں احمدیوں نے ہیلتھ سنٹر کے لیے کوشش کی ہے لیکن باقی جگہوں میں دوسروں نے پیشکش کی ہے۔ ایک قصبے میں غیر احمدیوں نے میڈیکل سنٹر کھولنے کے

لیے چار ہزار پونڈ اکٹھے کر لیے، ایک دوسرے قصبے میں انہوں نے اس سلسلہ میں تین ہزار پونڈ جمع کر لیے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم مکان بنانے کی پوری ذمہ داری لیتے ہیں آپ یہاں میڈیکل سنٹر کھولیں۔

"نصرت جہاں آگے بڑھو" سکیم کے تحت مجوزہ ہیلتھ سنٹرز

ان دس بارہ جگہوں پر تو میری خواہش ہے کہ دو تین مہینوں کے اندر اندر ہمارے ڈاکٹر چلے جائیں اور ویسے تو ۳۰۔۴۰ یا جتنے بھی زیادہ ہیلتھ سنٹر قائم ہو جائیں گے اتنا ہی زیادہ فائدہ ہے مثلاً اسلام کی تبلیغ کے لیے بہت فائدہ ہے، مشن کی مضبوطی کے لحاظ سے بڑا فائدہ ہے۔

یہاں مولوی صاحبان تو ہمارے خلاف بولتے رہتے ہیں۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں ہمارے خلاف مولویوں کی طرف سے دو قسم کی تنقید ہو چکی ہے ایک مولوی صاحب نے سرگودھا میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ پاکستانی حکومت کو چاہیئے کہ نائیجیریا کے احمدیوں کو حکماً روکے کہ وہاں یہ براڈ کاسٹنگ سٹیشن نہ لگائیں۔ مولویوں کی تنقید اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے اور دوسرے لائلپور کے مولوی صاحب ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ "نصرت جہاں ریزر و فنڈ" کھول کر حکومت سے بڑا فراڈ کیا گیا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ یہاں کے سرمایہ دار روپیہ باہر بھجوا سکیں اور اس وقت تک دو کروڑ روپیہ باہر جا چکا ہے اس لیے حکومت کو چاہیئے کہ ان کو فارن ایکسچینج نہ دے اس سلسلہ میں فارن ایکسچینج نہ ہم نے مانگا ہے نہ انہوں نے دیا ہے ایک دھیلہ بھی نہیں دیا۔ یعنی ہمیں اس وقت تک مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی، ایک اور رپورٹ ہے کہ "نصرت جہاں ریزر و فنڈ" نعوذ باللہ ایک DUBIOUS SCHEME ہے یہ تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ بعض سیاسی پارٹیوں کو مدد دینے کے لیے روپیہ اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ پس اس قسم کی تنقیدیں ہو چکی ہیں۔ ویسے ہم خوش ہیں۔ تم بولتے جاؤ ہم کام کرتے جائیں گے۔

افریقیوں سے پیار

میں نے ایک شرط لگائی ہے، ڈاکٹر صاحبان اسے یاد رکھیں ہم پہلے یہاں سے جو سکول ٹیچرز بھیجتے تھے (چنانچہ جہاں جہاں ہمارے سکول ESTABLISH (اسٹیبلش) ہو گئے ہیں)

وہاں ان کی ساری تنخواہیں حکومت دیتی ہے۔ مثلاً سیرالیون میں اس وقت ہمارے چار سکول ہیں ایک "فری ٹاؤن" میں دوسرا "بو" میں تیسرا "جورو" میں اور چوتھا "بواجے بو" میں ہے ہمارے یہ سکول چوٹی کے سکول سمجھے جاتے ہیں۔ "بو" سے ستر میل کے فاصلے پر نارتھ ایسٹ میں "جورو" ہے اور قریباً ستر میل نارتھ ویسٹ میں "بواجے بو" ہے، یہ سکول بڑے مقبول ہیں۔ استادوں کی تنخواہیں اور سکول کا سارا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔ لیبارٹریز کو EQUIP کرنے کا سارا خرچ حکومت دیتی ہے اور وہاں ہمارے سکولوں کی لیباریٹریز اتنی اچھی ہیں کہ یہاں ہمارے انٹر میڈیٹ کالجز کو تو چھوڑیں اکثر گورنمنٹ ڈگری کالجز میں بھی اتنی اچھی لیباریٹریز یا اس قسم کا سائنس اپریٹس نہیں ہے۔ انہوں نے جاپان سے ریا جہاں بھی LATEST پیز تیار ہوتی ہے وہاں سے) منگوا کر اپنی لیباریٹریز کو مکمل کیا ہے اور اُن کے اتنے بڑے خرچ کے باوجود سکولوں میں پالیسی ہماری چلتی ہے یعنی خرچ ان کا اور پالیسی ہماری۔ حکومت نے کچھ عرصہ ہوا بعض کرسچن اور غیر احمدی ٹیچرز بھی ہمارے سکولوں میں لگا دیئے تھے کیونکہ استادوں کی تقرری تو حکومت خود کرتی ہے۔ چنانچہ جب یہ صورت پیدا ہوئی تو شروع میں ہمیں خیال تھا کہ کہیں وہ موجبِ تکلیف نہ ہوں، لیکن اب تجربے نے ثابت کیا ہے کہ وہ بڑا تعاون کرنے والے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے احمدی ہو گئے ہیں۔ جب میں گیا ہوں تو سکول ٹیچرز میں سے بھی بعض نے بیعت کر لی۔ ایک سکول میں سو لڑکوں نے بیعت کی۔ ایک دوسرے سکول کے ساٹھ ستر طلباء نے بیعت کی اور ایک تیسرے سکول میں سے بھی ساٹھ ستر نے بیعت کی۔ لیکن "بو" یہ ایسا نہ کر سکے کیونکہ جب ہم "بو" میں دو تین دن کے لیے گئے تو سارا سٹاف اور جماعت کے عہدیدار انتظام وغیرہ میں لگے ہوئے تھے۔ سکول کے لڑکوں کو انہوں نے کہا ہی نہیں کہ حضرت صاحب آئے ہوئے ہیں اس لیے جو بیعت کرنا چاہتا ہے وہ بیعت کر لے۔ وہاں پر جو طلباء "جورو" سے آئے تھے وہ بھی اپنے ساتھ ۷۰ بیعت فارم لے کر آئے تھے وہیں "بواجے بو" سے ساٹھ ستر بیعت فارم ساتھ لے کر آئے تھے۔ جب میں وہاں سے واپس آگیا تو "بو" کے سکول کے لڑکے

استادوں کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ نے ہم پر بڑا ظلم کیا ہے، حضرت صاحب یہاں آئے تھے اور آپ نے ہماری بیعت نہیں کروائی اور پھر غالباً سو بیعتیں انہوں نے بذریعہ ڈاک کروائیں۔

فری ٹاؤن میں ہمارا جو سکول ہے اس میں اس دفعہ ۲۷ طلبا نے آخری کلاس کا امتحان دیا (یہ دراصل سینئر کیمبرج کے برابر ہے) اور جب انہوں نے یہ امتحان پاس کیا تو بلا استثناء ہر ایک نے بیعت کی اور اپنے سرٹیفکیٹ لے کر چلے گئے۔ غرض خرچ سارا حکومت کرتی ہے اور پالیسی ہماری چلتی ہے تبلیغ ہماری ہو رہی ہے۔ انہوں نے ہمیں تبلیغ کرنے کی آزادی دے رکھی ہے۔

سکول کے اساتذہ جو یہاں سے گئے ہیں وہ بھی مبلغوں سے کم نہیں ہیں۔ وہ بھی افریقنوں سے بڑا پیار کرتے ہیں۔ وہ قومیں پیار کی بھوکی ہیں۔ اتنی پیار کی بھوکی ہیں کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ مجھے بھی اس کا پہلے اندازہ نہیں تھا۔ مجھے بھی پہلی بار اس وقت اندازہ ہُوا جب میں نے ایک افریقن بچے کو اُٹھا کر پیار کیا، تو اس کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ آٹھ دس ہزار کے مجمع میں ایک ایسی خوشی کی لہر دوڑ گئی جس کے آثار نہ صرف میری آنکھوں نے ان کے چہروں پر دیکھے، بلکہ میرے کانوں نے بھی اس خوشی کو سُنا کیونکہ ہمارے جانے سے پہلے وہ قومیں یہ سمجھتی تھیں کہ دنیا میں کوئی قوم پیدا ہی نہیں ہوئی جو ہم سے پیار کر سکے کیونکہ انگریزوں نے MESSAGE OF LOVE دے کر اپنے پادریوں کو بھیجا تھا۔ انہوں نے آکر لوگوں کے سامنے محبت کے پیغام کا پرچار کیا تھا مگر ان کے پیچھے ان کی توپیں آ رہی تھیں۔ میں ان سے یہ کہتا تھا کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اعلان یہی کیا تھا کہ ہم MESSAGE OF LOVE لے کر آئے ہیں، لیکن ان پادریوں کی صفوں کے پیچھے غیر ملکوں کی جو فوجیں داخل ہو رہی تھیں ان کی توپوں کے مونہوں سے پھُول نہیں جھڑے تھے گولے برسے تھے اور مجھ سے تمہیں اس کا زیادہ پتہ ہے اس واسطے مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کے اس سلوک کا ان پر بڑا شدید اثر ہے اور وہ عیسائیوں سے بڑے سخت متنفر ہیں۔

نائیجیریا کے سربراہِ مملکت یعقوبو گوون ہیں تو عیسائی مگر وہ صرف غیر ملکی حکومتوں کو CRITICISE نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ فارن کرسچن مشن کے متعلق اس نے خود ان کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے بیافرا کی خانہ جنگی میں ہمارے ملک کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے خدا تعالیٰ نے فضل کیا کہ ہم بچ گئے۔ مگر ہم نے افریقہ میں جو کچھ کمایا وہ انہی پر خرچ کر دیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ افریقن ملکوں کے اندر ایک دوسرے کو چلا گیا ہو لیکن ایسا بھی بہت کم ہوا ہے کیونکہ ابھی وہ اس سٹیج پر پہنچے ہی نہیں کہ دوسرے ملک کو مالی طور پر سپورٹ کر سکیں لیکن اس وقت تک عملاً یہ ہوتا رہا ہے کہ جتنے پیسے کمائے وہ اس ملک میں انوسٹ کر دیئے اُن حکومتوں کو بھی علم ہے اور عوام کو بھی اس کا علم ہے۔

پھر مَیں نے ان سے جو پیار کیا وہ ان کی نظر میں بہت ہی زیادہ تھا۔ مَیں نے اپنے مبلغوں سے کہا تھا کہ اب تمہارے لیے مشکل پڑ گئی ہے کیونکہ یہ میرے پیار کے عادی ہو گئے ہیں، اب تم سے وہی پیار چاہیں گے اس لیے اس میں سستی نہ کرنا۔ ہمارے مبلغ ماشاء اللہ بڑے اچھے ہیں، ان میں سے ایک دو ناتجربہ کار مبلغ بھی تھے جن کے بارہ میں مَیں نے خطبہ میں ذکر کیا تھا وہ تو واپس آ رہے ہیں۔

مَیں نے کسی تقریر یا خطبہ میں بتایا تھا کہ زمبیا (ایسٹ افریقہ) کے ایک وزیر لندن ایرپورٹ پر اسی کمرہ میں تھے جس میں ہم نے جا کر انتظار کرنا تھا۔ ہمارے ساتھ بیس پچیس مقامی احباب بھی تھے۔ وزیر کے ساتھ زمبیا کا ہائی کمشنر (متعینہ انگلستان) اور اس کا ایک دس بارہ سال کا بیٹا تھا۔ مجھ سے دوستوں نے نوٹوں پر دستخط کروانے شروع کیے تو اس بچے کو بھی شوق پیدا ہُوا تو وہ بھی میرے پاس نوٹ لے آیا۔ مَیں نے سوچا یہ تو پیار کے بھوکے ہیں۔ اس کے نوٹ پر دستخط نہ کروں، چنانچہ میں نے اپنی جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس پر دستخط کیے اور اسے دیدیا یہ تو معمولی بات تھی لیکن جو اصل چیز تھی جس کا نہ صرف ہائی کمشنر پر بلکہ وزیر پر بھی اثر ہُوا وہ میرا اس بچے کو گلے سے لگا کر پیار کرنا تھا۔ اب چند سیکنڈ وقت خرچ ہوا ایک دھیلہ اس پر خرچ نہیں کیا۔ پیار کا ایک اظہار ہی تو ہے مگر اس کا ان پر بہت اثر

ہُوا، وہ وزیر اگرچہ پہلے مجھ سے مل چکے تھے، مگر جب ان کے جہاز کے اُڑنے کی اناؤنسمنٹ ہوئی اور جہاز میں بیٹھنے کے لیے جانے لگے تو پھر میرے پاس آ گئے اور شکریہ ادا کرنے لگے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے اور منہ سے صحیح الفاظ نہیں نکل رہے تھے کہ ہم آپ کے بڑے ممنون ہیں اس لیے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارے بچے سے پیار کیا ہے۔

پس وہاں کے لوگوں کی اس قسم کی ذہنیت ہے اس لیے ہمیں ایسے ڈاکٹر چاہئیں جو اُن لوگوں سے پیار کرنے والے ہوں اور دعائیں کرنے والے ہوں۔ چونکہ بارہ جگہ سے پیشکش آچکی ہے اس لیے یہ بارہ ڈاکٹر تو مجھے فوراً چاہئیں، ویسے اس وقت تک ہمارے پاس پندرہ سولہ ڈاکٹروں کے نام تو آچکے ہیں لیکن ان میں سے اکثر نوجوان ہیں اگر بوڑھے نہیں جائیں گے تو پھر نوجوانوں کو بھیجنا پڑیگا۔ ہمارے اگر ہزار ڈاکٹر بھی ہوں تو اس میں سے مجھے ایک سَو ڈاکٹر ملنا چاہیئے۔

کلینک کی ابتداء اور اس کی تکمیل

ضمناً ایک بات مَیں اور بتا دیتا ہوں کہ سکیم ایسی نہ بنائیں کہ ہمارے کندھے اس کا بوجھ برداشت ہی نہ کر سکیں۔

مَیں نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کو شروع میں ہم نے ادویات اور آلات وغیرہ کے لیے صرف پانچسو پونڈ دیئے تھے۔ پھر انہوں نے کمایا اور پھر وہ بڑھا کیونکہ ہم تو اُن پر ایک پیسہ نہیں خرچ کرتے، اب وہ فزیشن سرجن ہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ ابھی تک میں نے کوئی اپریشن اس لیے نہیں کیا کہ میرے پاس DUST PROOF (ڈسٹ پروف) ایرکنڈیشنڈ کمرہ نہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس پیسے ہیں۔ میری طرف سے اجازت ہے آپ ایسا کمرہ فوراً بنوالیں۔ انہوں نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ آنکھوں کا اچھا اپریشن کر سکتے ہیں انہیں اس سلسلہ میں کافی تجربہ ہے۔

پس وہاں جو سال دو سال میں کمائیں گے وہیں خرچ ہوتا جائے گا اور ساتھ ہی سامان بھی مکمل ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ شروع میں ہم اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے اس وقت تو اس بات کی ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہیلتھ سنٹر یا کلینک کھول دیئے جائیں کیونکہ وہ تعاون کر رہے ہیں۔ مثلاً نائیجیریا نے

پہلے ہمیں ڈاکٹروں کے لیے الگ طور پر کوئی کوٹہ نہیں دیا تھا، لیکن اب وہاں کی حکومت کہتی ہے کہ ۳۰ ڈاکٹر بھی بھیجو تو ہم ان کا پرمٹ دیتے ہیں۔ پس حکومت تعاون کر رہی ہے عوام تعاون کر رہے ہیں وہ ہمارا بہت سا بوجھ اُٹھانے کیلئے بھی تیار ہیں۔ یہ بھی ان کی مہربانی ہے کہ وہ زمین دیتے ہیں، مکان دیتے ہیں کہ آجاؤ اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے، اور وہ ہیں غیر احمدی یا عیسائی یا شاید اُن میں کوئی مشرک بھی ہو۔ دراصل ان کو اس وقت ضرورت ہے ان کو دو طرفہ احساس ہے، ایک اپنی ضرورت کا احساس اور دوسرے احمدی کے اخلاق کا اور اس بات کا کہ وہ سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ احمدی ڈاکٹروں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہوئی ہے۔

پس اس بھرم کو قائم رکھنا بڑا ضروری ہے۔ شروع میں بہر حال تکلیف ہو گی۔ دوائیاں وغیرہ خریدنے میں دِقّت پیش آئے گی۔ میرے خیال میں شروع میں کام چلانے کے لیے پانچ سو پونڈ کافی ہیں لیکن اگر اس سلسلہ میں کوئی تکلیف یا دِقّت پیش آئے گی تو اس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ازالہ ہو جائے گا۔ آمد پیدا ہونے لگے گی تو ساتھ کیساتھ آلات بھی خریدے جا سکتے ہیں۔ (اس کے بعد جو نیا معاہدہ مرتب کیا گیا تھا وہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس معاہدہ پر کہ مبلغ اور ڈاکٹر کے درمیان اختلاف نہیں پیدا ہونا چاہیئے فرمایا) اس وقت تک جو تین ڈاکٹر گئے ہیں انہیں اپنے مبلغوں سے اختلاف کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ مبلغ بھی مخلص اور سمجھدار اور ڈاکٹر بھی مخلص ہیں۔ ڈسپلن کی ہدایت تو ہونی چاہیئے لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑی خدا کرے کہ کبھی نہ پڑے۔

وصیّت ایک ضروری شرط ہے | ہمارے جو سکول ٹیچرز شروع میں گئے ہیں ان کو چونکہ حکومت بڑی تنخواہیں دیتی ہے اس لیے ان کے ساتھ تحریک نے یہ کیا ہوا تھا کہ اپنی تنخواہوں میں سے اتنا ضرور چندہ میں دیدیا کرو گے جو بعض دفعہ دس فیصد سے بھی بڑھ جاتا تھا۔ اس لیے مَیں نے کہا ہے

کہ یہ ڈاکٹروں اور ٹیچروں کے دماغ پر زائد نفسیاتی بوجھ ہے اسے کیوں ڈالا جائے اس واسطے معاہدہ میں وصیت ضروری قرار دی گئی ہے ویسے تو ہمارے ڈاکٹر بالعموم موصی ہوتے ہیں اسی طرح ٹیچرز بھی۔

معاہدہ کی پابندی | جہاں تک سکولوں کے اجراء کا تعلق ہے بالعموم دو سال تک سکول کا سارا خرچ اٹھانا پڑتا ہے اس کے بعد جب حکومت سمجھتی ہے کہ اب یہ اسٹیبلش ہو گیا ہے اور کام ٹھیک ہو رہا ہے تو پھر یا تو سارا یا بہت سا بوجھ خود اُٹھا لیتی ہے۔ اس واسطے آپ کے ساتھ گو اس کا تعلق تو نہیں، لیکن سکول کے لیے بھی ہم نے جو گزارہ رکھا ہے وہ اس سے کم ہے جو وہاں کی حکومت دیتی ہے اور یہ معاہدہ لازمی اس معنی میں ہے کہ اگر آپ چھوڑنا چاہیں تو آپ کو حرجانہ دینا پڑیگا۔ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو ہم حرجانہ دے دیں گے۔ معاہدہ کی بہرحال پابندی ضروری ہے جو ہر احمدی سے کروائی جاتی ہے۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔

جب دمشق کا محاصرہ ہو رہا تھا تو بعض تاریخی کتابوں کے مطابق حضرت خالد بن ولید معزول ہو چکے تھے، لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ابھی انہیں بتایا نہیں تھا خط جیب میں رکھا ہوا تھا اس لیے عملاً وہی کمان کر رہے تھے انہوں نے بڑی کوشش کی کہ اہل دمشق جزیہ پر ہتھیار ڈال دیں، لیکن یہ اپنی کوشش میں ناکام ہوئے۔ مسلمانوں کی فوج کے مقابلے میں رومیوں کی کوئی تین گنا بڑی فوج دمشق کے اندر تھی وہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمانوں سے کسی وقت باہر نکل کر بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

دمشق کی فصیل کے سات دروازے تھے، حضرت خالدؓ نے اپنے علاوہ چھ اور سب کمانڈر بنا کر انہیں فوج دیکر ہر ایک دروازہ پر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک دروازہ پر خود تھے۔ ایک رات کو پچھلے وقت حضرت خالدؓ نے قلعے کی دیوار پھاندی اور دروازہ کھول دیا اور لڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے ان کا جو بڑا پادری اور جرنیل تھا اسے اس وقت سمجھ آئی کہ یہ جو جزیہ پر مان رہے تھے اس پر صلح نہ کر کے ہم نے غلطی کی ہے اب تو لڑائی کے ساتھ انہوں نے فتح کر لیا ہے تو دشمن کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے بڑی ہوشیاری کی۔ ان کی جاسوسی بھی کام کر رہی تھی اور ان کو پتہ تھا کہ ابوعبیدہؓ بڑے نرم دل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً دوسرا دروازہ کھولا۔ ادھر حضرت خالدؓ لڑائی کرتے اندر گھس رہے ہیں اور سٹریٹ فائٹنگ ہو رہی ہے ادھر رومیوں نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ ہم جزیہ پر صلح کرتے ہیں۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ مان گئے اور ان سے معاہدہ کر لیا۔ اس پر باقی دروازے بھی کھول دیئے گئے اور ان دروازوں سے مسلمان فوج شہر دمشق کے وسط میں پہنچ گئی جب کہ حضرت خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھی ایک طرف سے لڑتے ہوئے شہر کے مرکز کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے اور عین سنٹر میں آ کر سب اکٹھے ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بڑے عالی دماغ، بے نفس اور عجیب انسان تھے انہوں نے حضرت خالدؓ سے اس وقت یہ نہیں کہا کہ یہ دیکھو میری جیب میں خلافت کا یہ حکم ہے کہ تم معزول ہو چکے ہو اور میں سپہ سالار ہوں بلکہ انہوں نے اس خط کے ہوتے ہوئے بھی حضرت خالدؓ بن ولید سے یہ کہا کہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے معاہدہ کر چکا ہوں اور یہ جزیہ پر ہتھیار ڈال رہے ہیں اس لیے ان کی جان کو بھی امان ہے ان کے اموال بھی مالِ غنیمت نہیں سمجھے جائیں گے۔ مگر حضرت خالدؓ کہیں کہ نہیں۔ وہ جوشیلے بھی تھے۔ آدمی بھی شہید ہوئے تھے اس لیے وہ کہتے تھے کہ میں فصیل پھلانگ کر اندر داخل ہوا ہوں اور لڑتے ہوئے خون بہاتا ہوا ان کا بھی اور اپنے بھی شہید کرواتا ہوا آگے بڑھ رہا ہوں، میں تو اس معاہدہ کو نہیں مانتا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ نہیں! ایک مسلمان معاہدہ کر چکا ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ بالآخر حضرت خالدؓ کو بھی ماننا پڑا۔ ایک مسلمان کے معاہدہ کر لینے پر جنگ بند کر دی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان سے اس وقت ان کی معزولی کے خط کا ذکر نہیں کیا بعد میں بتایا کہ میں کمانڈر انچیف تھا تم نہیں تھے۔ لیکن میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا۔

پس معاہدہ کا پاس اسلام نے بڑا ضروری قرار دیا ہے۔ معاہدے خواہ اندرونی طور پر مثلاً وقف کے ہوں یا غیروں کے ساتھ ہوں سب پر بڑی سختی سے پابندی ہونی چاہیئے۔

اب آج کل الیکشن کی وجہ سے بعض سیاستدان میرے پاس آتے رہتے ہیں ان سے مَیں کہا کرتا ہوں کہ فیصلہ تو ہر حلقے کے احمدی کرینگے۔ البتہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور ہم سے مشورہ لیں گے۔ ہم انہیں مشورہ بھی دیں گے لیکن بہر حال یہ فیصلہ انہوں نے کرنا ہے لیکن دو چیزوں کا ہم نے ضرور خیال رکھنا ہے ایک یہ کہ جس وقت ایک پارٹی یا ایک امیدوار کو زبان دیدیں گے تو پھریں گے نہیں۔

اخلاقی میدان میں ہم کسی احمدی کو گرنے نہیں دیں گے اور دوسرے یہ کہ سر جوڑیں مشورے کریں پھر ہم سے مشورہ لیں پھر فیصلہ کریں۔ یوں ہی نہیں کہ دو آدمی کھڑے ہو کر کہہ دیں۔ ایسا کر دیں، تو مشکل پڑ جائے گی کیونکہ معاہدہ کی بہر حال پابندی ضروری ہے۔

معاہدۂ وقف پس آپ وقف کا یہ معاہدہ جو کریں گے اس میں بھی آپ اس بات کو پیش نظر رکھیں اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل آیت ۳۵) یہ معاہدہ کم از کم ۳ سال تک استثنائی طور پر ویسے عمومی طور پر ساری عمر کے لیے کریں تو زیادہ موجب ثواب ہے اگر کوئی ڈاکٹر یہ سمجھتا ہو کہ چھ سال کے بعد وہ دنیا میں کسی اور جگہ زیادہ ترقی کر سکتا ہے تو ہم اس کے راستے میں روک نہیں بنیں گے لیکن اس نے جو عہد کیا ہے اس کے مطابق اسے باوفا طور پر اپنی زندگی گزارنی چاہیئے۔

ڈاکٹروں کے لیے دو ہی راستے کھُلے ہیں ویسے یہ بھی سُن لیں۔ مَیں نے لندن میں بھی دوستوں سے کہا تھا کہ جماعت کی ضرورت تو بہر حال پوری ہونی ہے انشاء اللہ العزیز۔ اس لیے ڈاکٹر صاحبان یا تو رضا کارانہ طور پر وقف کر دیں یا پھر میں حکم دونگا اور اس صورت میں آپ کے لیے دو راستے کھُلے ہونگے ایک یہ ہے کہ آپ میرے حکم کی پابندی کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ حکم عدولی کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ دیں۔ آپ کو پتہ ہے مَیں نے "نصرت جہاں ریزرو فنڈ" کا لندن میں اعلان کیا تھا اِس سلسلہ میں ہم نے بنک میں اکاؤنٹ کھلوانا تھا بنک کے مینجر کے ساتھ ہمارے تعلقات تھے ہمیں اس سلسلہ میں بنک میں نہیں جانا پڑا مینجر صاحب خود ہی

ہماری مسجد میں آ گئے تھے تاکہ جو کمیٹی بنائی گئی تھی ان کے دستخط وغیرہ لے لیں اُن سے مَیں نے یہ بات کی کہ اس طرح مَیں نے ڈاکٹروں سے کہا ہے۔ چنانچہ اس پر انہوں نے بڑے قہقہے لگائے کہ آپ نے ان کو خوب جکڑا ہے یا خود وقف کرو یا مَیں حکم دوں گا اور تمہیں اس کی پابندی کرنی پڑے گی۔

سکیم کا ردِّ عمل ہماری اس سکیم کا اس وقت تک جو مخالفانہ ردِّ عمل ہُوا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور آپ سُن کر خوش ہونگے اس وقت تک میری ایک SOURCE سے یہ رپورٹ ہے۔ البتہ کئی طرف سے رپورٹ آئے تو اسے میں پختہ سمجھتا ہوں بہرحال ایک SOURCE کی رپورٹ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی مجلس عاملہ نے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ ویسٹ افریقہ میں احمدیت اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ وہاں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس واسطے پاکستان میں ان کو کچل دو تاکہ وہاں کی سرگرمیوں پر اس کا اثر پڑے اور جماعت کمزور ہو جائے۔ بالفاظ دیگر جو ہمارا حملہ وہاں عیسائیت اور شرک کے خلاف ہے اُسے کمزور کرنے کے لیے لوگ یہاں سکیم سوچ رہے ہیں۔ ویسے وہ تلوار اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے کسی مخالف کو نہیں دی جو جماعت کی گردن کو کاٹ سکے۔ باقی افراد کو تو بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔

مثالی قربانیاں آپ اسلامی تاریخ کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایران اور روم کی جنگوں میں اصل قربانی صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دی ہے۔ صحابہؓ نے ایسی ایسی قربانیاں دیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے یعنی اگر انسان کو تاریخوں پر اعتماد نہ ہو اور اس کو یہ یقین نہ ہو کہ یہ واقعات صحیح ہیں تو وہ سمجھے گا کہ یہ کہانیاں ہیں۔ یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۰۔ ۴۰ ہزار کے درمیان تھی اور ان کے مقابلے میں دشمن کی تعداد ۲۔۳ لاکھ کے درمیان تھی اور پھر کھلے میدان میں یہ جنگ تھی اُس وقت اس لاکھوں کی فوج کو جو شکست ہوئی ہے اس کا کریڈٹ (سہرا) ۳۰۔ ۴۰ ہزار کو نہیں جاتا بلکہ اُن چند ہزار صحابہؓ کو اس کا کریڈٹ جاتا ہے، جنہوں نے ایک لمبا عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی تھی اور جو جنگ یرموک کی روح رواں تھے۔ بدر کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ۳۱۳ صحابہؓ تھے۔ ان میں سے جنگ بدر اور جنگ یرموک کے درمیانی عرصہ میں کئی صحابہ طبعی موت سے وفات پا گئے ہوں گے۔ ان بدری صحابہؓ میں سے ایک سو اور ۹۰۰ دوسرے صحابہؓ نے اپنی جانیں دیکر یرموک کو فتح کیا ہے ورنہ تو مسلمان بظاہر لڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بعد میں مسلمان ہوئے اور اس لحاظ سے نیم تربیت یافتہ تھے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا شرف حاصل نہیں تھا اس لیے ان سے کچھ نہ کچھ کمزوریاں تو ضرور ہو جاتی تھیں۔ لیکن صحابی تو وہ بھی تھے جنہوں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آپ سے بات کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا، اس قسم کے صحابی بھی تھے مگر اس قسم کے صحابہ اور مہاجرین صحابہ میں بڑا فرق ہے مہاجر صحابی کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مکّہ سے لیکر مدینہ تک ساری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی۔

قربانی میں بشاشت غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ مسلمان فوجوں کی ریڑھ کی ہڈی تھے وہ ان فوجوں کی جان تھے انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور یہ سمجھتے ہوئے دیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ملنی ہے۔ اگلی زندگی پر ایمان پختہ ہو تو انسان ہر قسم کی قربانی بشاشت سے دے سکتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اس طرح قربانی دینے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے مثلاً ایک طالب علم اپنی جوانی کے زمانہ میں قربانی دے رہا ہوتا ہے اس خیال سے کہ اسے کامیابی نصیب ہوگی میڈیکل کا ایک اچھا طالب علم اپنی پڑھائی کی طرف ہر وقت متوجہ رہتا ہے اور وہ ہر قسم کی قربانی دیتا ہے مثلاً اپنے آرام کی قربانی دیتا ہے، ماحول کے اندر سینما بینی وغیرہ ہے اسے چھوڑ کر قربانی دیتا ہے۔

آکسفورڈ میں اچھا طالب علم وہ سمجھا جاتا تھا جو کلاس ورک کے علاوہ بارہ گھنٹے سٹڈی کرتا تھا۔ یعنی کلاس روم کے علاوہ بارہ گھنٹے سٹڈی کرنے والا اچھا طالب علم اور آٹھ گھنٹے سٹڈی کرنے والا درمیانہ طالب علم اور جو کلاس ورک کے علاوہ پانچ گھنٹے سٹڈی کرتا تھا اس کے متعلق وہ کہتے تھے کہ پتہ نہیں یہ یہاں کیوں آگیا ہے؟ اسے پڑھائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر ہمارے ہاں

اچھا طالب علم شاید اسے سمجھا جاتا ہے جو روزانہ پانچ گھنٹے اوسط بناتا ہے لیکن وہاں انہوں نے وقت مقرر کیا ہوتا ہے کہ آٹھ یا دس یا بارہ گھنٹے پڑھائی ضرور کرنی ہے اب یہ قربانی ہے اس ۳ سال میں یا چار سال میں اسے جان توڑ کر محنت کرنی پڑتی ہے۔ پھر اس کی ایک دوسری زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ عملی زندگی میں داخل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کرتا ہے، دنیا کی آسائشیں بھی اُسے ملتی ہیں، عزت بھی ملتی ہے، دولت بھی ملتی ہے۔ لیکن ایک وہ ڈاکٹری کے طالب علم ہیں جو مجلسوں میں بیٹھتے ہیں کچھ سیاست میں حصہ لیتے ہیں کچھ اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں وہ اوّل تو پاس نہیں ہوتے لیکن اگر کسی امیر کے بیٹے ہوں یا اثر و رسوخ رکھنے والے کے بیٹے ہوں تو وہ سفارش کرا کر پاس ہو جاتے ہیں لیکن انہیں صحیح عزت نہیں مل سکتی۔ ویسے ڈاکٹر تو وہ بن جاتے ہیں اُن کے اوپر ڈاکٹری کا لیبل تو لگ جاتا ہے لیکن دنیا میں دو قسم کے ڈاکٹر ہوتے ہیں، ایک کا پرافیشن ہے قتل کرنے کا وہ غلط نسخے لکھ کر مریض کو مار دیتے ہیں اور ایک کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ مریض کی زندگی کی حفاظت کرے۔ چنانچہ وہ دُعا کرتا ہے اور اگر اس کی دُعا قبول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں شفا دیتا ہے اور مریض بچ جاتا ہے اور اس طرح ایسے ڈاکٹر ترقی کرتے ہیں اور دنیا میں عزت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اِس دنیا کی حسنات سے بھی نوازتا ہے اور یہ وہ ڈاکٹر ہوتے ہیں جنہوں نے طالب علمی کے زمانہ میں محنت کی ہوتی ہے اور ہر قسم کے آراموں کی قربانی دی ہوتی ہے۔

زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی ہم احمدی مسلمان ہیں، ہمارا یہ یقین ہے کہ زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی بس چلتے چلتے ایک لائن کو پھلانگا اور اگلی زندگی میں چلے گئے۔ بالعموم ڈاکٹر صاحبان ۱۰ سال یا ۲۰ سال یا ۳۰ سال ACTIVE LIFE سے ریٹائر ہو کر یا مکھیاں مارتے ہیں یا جلدی مر جاتے ہیں یا خدمتِ انسان کا کام شروع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے وہ اَور بھی زیادہ مفید وجود بن جاتے ہیں۔ بہرحال ابدی

زندگی کے مقابلے میں یہ ۲۵، ۳۰ سال کوئی چیز نہیں۔ پس یہ تو وہ نسبت ہی نہیں ہے جو ایک طالب علم کی طالب علمی کی زندگی اور بعد کی ACTIVE LIFE کی نسبت ہے اس سے کہیں زیادہ عزت ملتی ہے کیونکہ یہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ مگر انسان کی اِس دنیا کی زندگی ختم ہو جاتی ہے وہ ۲۰، ۳۰ سال کے اندر جو قربانیاں دیگا اوّل تو بہتوں کو اللہ تعالیٰ اِس دنیا میں بھی نوازتا ہے اس لیے اگر ساری عمر قربانی دینی پڑے تب بھی یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہے اور جیسا کہ مَیں نے ذکر کیا ہے اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو اتنا یقین تھا کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔

قربانی کی ایک اَور حسین مثال

بے شمار مثالیں ہماری تاریخ نے محفوظ کی ہیں، ایک مثال تو بڑی ہی حسین ہے۔ میں تو حیران ہو گیا ہوں (ابھی تاریخی لحاظ سے پوری تحقیق میرے سامنے نہیں آئی۔ ایک آدمی کو مَیں نے لگایا ہُوا ہے کہ وہ مجھے اس واقعہ کا مستند حوالہ بتائے) حضرت سعدؓ بن وقاص بڑے پرانے تربیت یافتہ بزرگ صحابی تھے۔ ایرانیوں کے خلاف اصل جنگیں ان کی قیادت میں جیتی گئی ہیں۔ ایک موقعہ پر انہوں نے ایک دریا عبور کرنا تھا جس پر ایک پُل تھا اور اس کی حفاظت ضروری تھی۔ حضرت سعدؓ بن وقاص نے اپنے چند سو گھوڑ سواروں کا ایک ہراول دستہ آگے بھیج دیا کہ وہ جا کر اس پُل پر قبضہ کر لیں اور انہیں یہ ہدایت کی کہ دشمن کے ساتھ لڑنا نہیں، ہم پیچھے آ رہے ہیں فوج کو آنے میں تو بہرحال وقت لگتا ہے اس ہراول دستے کا جرنیل بڑا دلیر آدمی تھا راستے میں ایرانیوں کی فوج کا کوئی دستہ مل گیا اِس نے اُس پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھ لڑائی میں ملوث ہو گئے اور بروقت پل پر نہ پہنچ سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کو اس سے پتہ لگ گیا کہ مسلمانوں کی فوج پچھلے شہر کو فتح کر کے ہماری طرف آ رہی ہے۔ تو انہوں نے وہ پُل اُڑا دیا اور پُل اُڑا کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر قلعہ بند ہونے کی بجائے باہر دریا کے کنارے بڑے مزے سے تماشا دیکھنے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ پُل ہم نے اُڑا دیا ہے

مسلمان آئیں گے اور ان کی جو حالت ہو گی اسے ہم دلچسپی سے دیکھیں گے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ بن وقاص گھوڑے پر سوار آگے آگے آ رہے تھے، جس وقت اس مقام پر پہنچے جہاں پُل ہوا کرتا تھا تو دیکھا پُل ہے نہیں۔ تو آرام سے ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بغیر چلتے چلتے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور جو کئی ہزار گھوڑ سوار فوج پیچھے آ رہی تھی انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے سپہ سالار نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہے تو انہوں نے بھی اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ ایرانی ہکا بکا ہو کر دیکھتے ہی رہ گئے کہ انہوں نے وہ دریا پار کر لیا۔ وہ تو قلعہ بند ہوئے نہیں تھے، اس خیال سے کہ انہوں نے پُل اڑا دیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کو بڑی ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی اور غالباً یہ آخری زبردست جنگ تھی جس نے ایرانیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔

اب یہ حُسنِ عمل کہ وہاں آگئے ہیں اور دریا میں گھوڑے ڈال دئے ہیں کامل توکل کے بغیر ممکن نہیں غرض ہزار قسم کے خطرے تھے لیکن انہوں نے کوئی پروا نہیں کی۔ یہی سوچا ہو گا کہ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ آدمی شہید ہو جائیں گے یہ ان کے پختہ ایمان کی علامت ہے۔ یہی پختہ ایمان اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

الٰہی وعدے | حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑے زبردست وعدے دئے ہیں جن کے متعلق ایک زاویہ نگاہ یہ بھی ہے کہ اتنے ہی زبردست وعدے دیئے ہیں جو صحابہ کو دئے گئے تھے اس وجہ سے بھی آپ نے فرمایا ہے کہ ع

"صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا"

اُمّتِ محمدیہ کے پہلے حصّے کو جو وعدے دئے گئے تھے وہی وعدے اب امتِ محمدیہ کے اِس حصّے کو بھی دئے گئے۔ جماعت احمدیہ نے اپنے اسّی سالہ دور میں ان وعدوں کو پورا ہوتے دیکھا ہزار مخالفت ہوئی اور ہزار مخالفت نے ناکامی کا منہ دیکھا۔ میں اپنے نوجوانوں کو کہتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گنتی کے چند آدمی بھی نہیں تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایک جگہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ اُس وقت جبکہ کسی ایک آدمی نے بھی میری بیعت نہیں کی تھی (البتہ میرے چند دوست تھے) اُس وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے دوسو چوٹی کے مولویوں کو اپنے ساتھ ملا کر کفر کا فتویٰ دیا اور آپ کو واجب القتل ٹھہرایا اور لکھا کہ جو آپ کو قتل کر دے گا، وہ ثواب کمائیگا۔ اس فتولے نے ہندوستان میں ایک ہنگامہ بپا کر دیا اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا۔ اُس وقت اُن کے کفر کے فتووں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اب کیا پہنچالیں گے۔ ہم تو کفر کے فتووں کی بوچھاڑ میں کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ ساری دنیا میں اب احمدیت پھیل گئی۔ یہ حماقت ہی ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ پاکستان میں احمدیوں کو قتل کر کے لوگ احمدیت کو مٹا سکتے ہیں۔ یہ سمجھنا سراسر حماقت ہے کیونکہ احمدیت صرف پاکستان ہی میں نہیں۔ ایک لاکھ سینسٹھ ہزار بالغ احمدی تو صرف غانا میں ان کی حکومت کی مردم شماری کے لحاظ سے ۱۹۶۰ء میں تھے غانا ویسٹ افریقہ کا ایک ملک ہے اس کے علاوہ کئی دوسرے ملکوں میں بھی بڑی بڑی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ پس جب بھی لوگوں نے ہمارے خلاف شور مچایا، ہماری جماعت مضبوط ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کے بعد کئی سونئی جماعتیں بنی ہیں۔ ہمارے اِس علاقے میں بھی ایسی بیسیوں جماعتیں ہیں جو ۱۹۵۳ء کے بعد بنی ہیں۔ ایک ایک وقت میں مجھے ایسے ۳، ۳-۴، ۴ آدمی یا بعض دفعہ اکٹھی جماعتیں ملتی ہیں جو کہتی ہیں کہ وہ ۱۹۵۳ء کے احمدی ہیں احمدیوں کے گھروں کو آگ لگایا کرتے تھے اور MOB میں جا کر شامل ہوتے تھے۔ لیکن ایک دن اللہ تعالےٰ نے ان کے دماغ کو جھنجھوڑا اور ان کو خیال پیدا ہوا کہ جس جماعت کی ہم مخالفت کر رہے ہیں۔ آؤ پتہ تو کریں یہ جماعت ہے کیسی؟ اس کے عقاید کیا ہیں؟ چنانچہ پہلے اندھیرے میں ہماری مخالفت کر رہے تھے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے دل میں احمدیت کی کتابیں پڑھنے کی تحریک پیدا ہوئی تو انہیں حق نظر آگیا اور پھر وہ احمدی ہو گئے پس ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ پختہ ایمان کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے

بڑی کھلی شاہراہ کھولی ہے ۔ البتہ انفرادی قربانی ضرور دینی پڑیگی کیونکہ یہ کبھی ہوا ہی نہیں کہ کوئی قوم قربانی دیئے بغیر ترقی کر سکی ہو۔

غرض ضبط و نظم کو ضرور قائم کرنا پڑیگا احمدیت کے اندر رہتے ہوئے اطاعت ضرور کرنی پڑے گی اگر تو کوئی ڈکٹیٹر آپ کے اوپر حکم چلا رہا ہو تو پھر تو آپ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی کیوں اطاعت کریں ؟ لیکن اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا خلیفہ دے جو آپ سے پیار کرنے والا ہو تو اگر آپ اُس کی اطاعت سے گھبرائیں تو یہ علاوہ اَور بہت سی برائیوں کے جہالت بھی ہے ۔

احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بہت بڑے وعدے دیئے ہیں جنہیں ہم ساری دنیا میں پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں ۔

انگریزوں نے ایک وقت میں یہ کہا تھا کہ ان کی وسیع و عریض برٹش کامن ویلتھ پر سورج غروب نہیں ہوتا ۔ وہ زمانہ ختم ہو گیا ۔ اب برٹش کامن ویلتھ پر تو سورج غروب ہوتا ہے ، لیکن جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا ، لیکن خالی یہ چیز نہیں ایک اَور چیز بھی ہے جس کا انگریز دعوےٰ نہیں کر سکتے تھے لیکن جس کا جماعت احمدیہ دعویٰ کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو جماعت کو پہلے سے زیادہ کثیر اور پہلے سے زیادہ مضبوط دیکھتا ہے اگر سورج کو زبان دی جائے تو وہ گواہی دیگا کہ ہر صبح کو مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو چکی ہے اور پہلے سے زیادہ کثیر ہو چکی ہے ۔ مثلاً افریقہ سے روزانہ بیعتیں آتی رہتی ہیں ۔ ہمارے غیر مبایعین کے سالانہ جلسہ میں پچھلے سال جتنے آدمی اکٹھے ہوئے تھے ان سے زیادہ مَیں ایک ایک دن میں بیعت فارموں پر دستخط کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہے ۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں لَا فَخْرَ یہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہم تو بڑے ہی کمزور اور عاجز ہیں ۔ ہمارے پاس دنیا کا سہارا نہیں ہے اللہ تعالےٰ کے فرشتے ہمارا کام کر رہے ہیں اور ثواب ہمیں مل رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے ورنہ آپ کیا قربانی دیتے ہیں ۔

ایک عظیم الشان معجزہ

جب تحریک جدید شروع ہوئی تو شاید لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا سارا بجٹ تھا، جس میں سے اکثر حصّہ یہاں خرچ ہوتا تھا مثلاً دفتر کے اخراجات ہیں، مبلغوں کی ٹریننگ ہے، کتابوں کی اشاعت کا کام ہے۔ میرے خیال میں اتنے بجٹ میں سے غیر ممالک میں خرچ کرنے کے لیے بمشکل ۲۵، ۳۰ ہزار روپیہ ہوگا اور یہ بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس کے باوجود احمدیت کو شاندار ترقیات عطا ہوتی رہی ہیں ۱۹۴۵ء تک اگرچہ غیر ممالک میں جماعتیں تو قائم ہو چکی تھیں لیکن انہیں ابھی چندہ دینے کی عادت نہیں پڑی تھی اس لیے یہیں سے خرچ ہوتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہمارے بعض بڑے بزرگ لوگوں نے چار آنے چندہ دیا آپ نے اُن کا نام اپنی کتابوں میں لکھ دیا، جس کے نتیجہ میں اُن کو قیامت تک جماعت کی دعاؤں کی وجہ سے بھی ثواب ملتا رہے گا مگر چندہ اُن میں سے کسی کا چار آنے، کسی کا آٹھ آنے اور کسی کا ایک روپیہ ماہوار تھا اور ان کا نام لکھ کر انہیں اس لیے اہمیت دی گئی کہ اُس وقت امت مسلمہ اسلام کی راہ میں ایک دھیلہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ چنانچہ ان کی اس پہلی عادت کے مقابلہ میں یہ آنے دینا واقعی بڑی بات تھی، پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے خدا کی راہ میں اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز قربان کردی۔ مجھے پتہ ہے اور میں آپ کو علی وجہ البصیرت بتا رہا ہوں کہ ایک شخص جو قادیان میں شروع زمانے میں بڑے اخلاص سے کام کرتا تھا اور جسے پانچ روپے ماہوار گزارہ ملتا تھا اور اس کے چھ سات لڑکے تھے اب ایک ایک لڑکے کو ۳، ۳-۴، ۴ ہزار روپے ماہوار آمد ہوتی رہی ہے پس اللہ تعالیٰ تو اس دنیا میں بھی کسی کا قرض نہیں چھوڑتا۔ البتہ قربانی ضرور لیتا ہے تاکہ وہ آزمائش کرے کہ کون اپنے عہد میں پکا ہے اور کون کمزور اور ٹوٹنے والا ہے، لیکن یہ کہ وہ ہمیں اس دنیا میں چھوڑ دے یہ نہیں ہو سکتا۔

انگلستان والوں کی مثالی قربانی شروع میں تحریک جدید کا شاید لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہُوا تھا، لیکن اب مَیں نے انگلستان میں جب "نصرت جہاں ریزرو فنڈ" کی تحریک کی تو پونے گھنٹے کے قریب مَیں پہلے دن اپنے بھائیوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوں اور اُس وقت میرے خیال میں انگلستان کی ساری احمدی آبادی کا پانچواں یا ساتواں حِصّہ جمع تھا۔ سارے احباب تو ویسے بھی آ نہیں سکتے کیونکہ دور دراز علاقوں میں یا شہروں میں رہتے ہیں، کسی کو چھٹی نہیں ملتی، اس پونے گھنٹے میں ستّر ہزار سے زیادہ کے وعدے ہو گئے تھے اور پھر دوبارہ اتوار کے روز ایک گھنٹے کے قریب مَیں اُن میں بیٹھا ہوں جس کے نتیجہ میں یہ وعدے ۲۳ ہزار پونڈ تک پہنچ گئے اور جب مَیں وہاں سے روانہ ہُوا ہوں تو ۴۰ ہزار پونڈ کے وعدے ہو گئے تھے۔ پس کُجا وہ زمانہ کہ بار بار تحریک کی گئی اور سارے سال میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے اور کُجا یہ کہ ڈیڑھ دو گھنٹے میں ۴۰ ہزار پونڈ یعنی نو لاکھ روپے کے قریب وعدے ہو گئے۔

مَیں انگلستان میں قیام کے دوران چند دنوں کے لیے سپین چلا گیا، یہ بھی ایک برکت ہے میرے پیچھے لوگوں نے وعدے کیے اور نہ نقد پیسے دیئے۔ مَیں جب سپین سے واپس آیا تو امام رفیق کو خیال آیا کہ دس ہزار پونڈ نقد میری واپسی تک جمع نہیں ہو سکیں گے مجھے کہنے لگے کہ یہ جو آپ نے ٹارگٹ مقرر کیا ہے دس ہزار پونڈ نقد جمع کرنے کا (اُس وقت تک ۶ پونڈ نقد رقم جمع ہو چکی تھی) وہ پورا نہیں ہو گا آپ مجھے ایک ماہ کی مہلت دیں۔ مَیں نے کہا کیسے نہیں جمع ہوں گے جب اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے نکلوایا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے فضل سے میری بات پوری کرے گا۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو دس ساڑھے دس ہزار پونڈ نقد جمع ہو گیا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ میرا خیال تھا کہ بہت سے ایسے دوست ہیں کہ جو انتظار کر رہے ہیں کہ مَیں سپین سے واپس آؤں اور وہ میرے ہاتھ میں چیک دیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح شاید انہیں زیادہ ثواب مل جائے گا۔ چنانچہ بہتوں نے بڑی قربانی کر کے دیئے بھی تھے۔ اب بھی مَیں یہاں سے ایک خط کے ذریعہ سے تحریک کر رہا ہوں

میرا خیال ہے کہ اب تک جو گیارہ ہزار سے اوپر نقد جمع ہو چکے ہیں وہ جلد از جلد بیس ہزار پونڈ تک پہنچ جائیں تاکہ کسی سٹیج پر روک پیدا نہ ہو، یہاں سے تو ہم ایک پیسہ بھی باہر نہیں بھیج سکتے ہیں حکومت فارن ایکسچینج نہیں دے رہی، لیکن یہاں بھی بہت سارے کام ہیں مثلاً یہاں سے جو آدمی جائیں گے اُن کے کرایہ وغیرہ پر خرچ ہوگا۔ میرے خیال میں اگر سارے استاد اور ڈاکٹر چلے جائیں تو اس پر دو اڑھائی لاکھ روپیہ خرچ ہو جائیگا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ رقم INVEST کر کے اس کی آمد سے خرچ کیا جائے۔ یہ میری سکیم نہیں ہے۔ یہ میرا وہ سرمایہ نہیں ہے جس کی آگے آمد سے افریقہ میں خرچ کرنا ہے بلکہ اس سارے سرمایہ کو لگا دینا ہے اور اگر میں ۱۰۰ ہیلتھ سنٹر کھولنے میں کامیاب ہو جاؤں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے میرے ساتھ تعاون کرنے کی تو جو پہلے ہیلتھ سنٹرز کا تجربہ ہُوا ہے اس کے مطابق ایک لاکھ پونڈ سالانہ کی NET SAVING بھی ہو سکتی ہے اور اگر ہم اس سرمایہ کو INVEST کر دیں گے تو ہمیں دس ہزار پونڈ سالانہ آمد ہو گی لیکن اگر ہم اس سرمایہ کے ذریعہ ہیلتھ سنٹرز کھول لیتے ہیں تو جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ اس میں دنیوی لحاظ سے بھی برکت ڈالیگا۔

ڈاکٹروں کا فرض آپ اپنے پتے یہاں دے جائیں۔ آپ میری ان باتوں سے سمجھ گئے ہونگے کہ جس حد تک ممکن ہو سکتا ہے میں ڈاکٹروں پر کم سے کم بوجھ ڈالنے کی کوشش کرونگا مثلاً اگر کسی کے حالات ایسے ہیں کہ وہ باہر نہیں جا سکتا اور اس نے ہمارے ساتھ پانچ سال کا معاہدہ کر رکھا ہے تو اگر مجھے اس کی ضرورت نہ پڑی تو نہیں بھیجونگا اور اگر مجھے اس کی ضرورت پڑ گئی تو مَیں اس کو کہونگا کہ معاہدے کی شق سے فائدہ اُٹھاؤ کہ اگر بیچ میں چھوڑنا ہے تو اتنا حرجانہ دیدو اور آزاد ہو جاؤ لیکن ایک حصہ بہرحال قربانی کا ہے اگر وہ قربانی نہ ہو تو آپ کو ثواب نہیں ملیگا میری یہ دُعا ہے کہ آپکو بھی دوسروں کے ساتھ بے حد ثواب ملے، لیکن جو باتیں میں نے اخلاص اور دعا وغیرہ کے متعلق کہی ہیں آپ اُن کا ضرور خیال رکھیں۔ ہمارے میڈیکل ہیلتھ سنٹر کا جو ڈاکٹر ہے لوگ اس کو مبلغ بھی سمجھتے ہیں اس لیے

آپ کو وہاں جانے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں اچھی طرح سے پڑھنی پڑیں گی۔ مثلاً وہاں عیسائیت کے ساتھ مقابلہ ہے یا دہریت کے ساتھ مقابلہ ہے۔ بعض ملکوں میں تو بڑی بھاری اکثریت مشرکوں کی ہے۔ مثلاً لائبیریا ہے یہاں بہت سے مشرک پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے پریذیڈنٹ ٹب مین تھے، انہوں نے ہمیں سو ایکڑ زمین دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن انہوں نے ڈیڑھ سو ایکڑ زمین دینے کا حکم دیدیا ہے یعنی ڈیڑھ گنا زیادہ، لائبیریا میں حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۳ فی صدی عیسائی ہیں اور ۲۵ فی صدی مسلمان ہیں اور باقی ۶۲ فیصدی پیگن یعنی مشرک ہیں جو مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی رسوم کے پابند ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ اعلان غلط ہے، ان کے خیال میں ۵۰ فیصد مسلمان ہیں اور ۱۳ فی صدی عیسائی اور باقی مشرک ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہیں حکومت کے خلاف کہنے کی کیا ضرورت ہے، تم کوشش کر کے ۲۵ فیصدی پیگن یعنی مشرکوں میں سے مسلمان بنالو تو وہ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ مسلمان اکثریت میں ہو گئے ہیں اور احمدی اگر اتنے ہو جائیں تو غیر احمدی تو آپس کے جھگڑوں میں مبتلا ہیں، وہ اپنے حقوق کو حاصل نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ احمدی کو یہ توفیق دیتا ہے وہ دلیری کے ساتھ اپنے حقوق کو منوالیتا ہے۔ اور لوگ ان کے حقوق دیتے ہیں۔ انہیں یہ سمجھ ہے کہ اگر احمدیوں کے حقوق مارے گئے تو ہمارے لیے مشکل پڑ جائے گی۔ اگر ہم ایسے ملکوں میں مثلاً مشرکوں میں سے ۲۵ فی صدی احمدی کر لیتے ہیں تو پھر وہ ملک کی اکثریت ہونے کی وجہ سے حکومت میں اسی نسبت سے اثر و رسوخ بڑھے گا اور ہماری تبلیغ اسلام کا کام بڑا تیز ہو جائے گا۔

اسلام اور عیسائیت کی اصل جنگ میں نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بھی کہا تھا کہ اسلام کی عیسائیت کے خلاف اصل جنگ اس وقت ویسٹ افریقہ میں لڑی جا رہی ہے کیونکہ اسلام کو چھوڑ کر باقی دنیا اس وقت مذہبی لحاظ سے دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک حصے پر دہریت کا لیبل ہے اور دوسرے حصے پر عیسائیت کا لیبل لگا ہوا ہے۔ دہریت والے حصے کو تو چھوڑ دیں کیونکہ انہوں نے مذہب کو

خیرباد کہنے کا اعلان کر دیا ہے، لیکن جہاں تک عیسائیت کے لیبل کا تعلق ہے یورپ جو کسی زمانے میں عیسائی ہُوا کرتا تھا اب عیسائی نہیں رہا جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، ایک انگریز صحافی کے ایک سوال کے جواب میں میں نے اُسے بتایا تھا کہ تمہارے گرجے کے سامنے FOR SALE کا بورڈ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری نئی پود عیسائیت سے کوئی دلچسپی نہیں لے رہی لیکن اُن پر عیسائیت کا لیبل لگا ہُوا ہے۔

اب ویسٹ افریقہ میں عیسائی بڑا زور لگا رہے ہیں کہ وہاں وہ کامیاب ہو جائیں کیونکہ ان کو یہ نظر آ رہا ہے کہ یہ قومیں جس مذہب میں چلی گئیں دنیا میں اُس کا بڑا اثر ہوگا اور یورپ سے وہ مایوس ہو ہی چکے ہیں۔ انگلستان سے وہ مایوس ہو چکے ہیں۔ امریکہ سے وہ مایوس ہو چکے ہیں صرف لیبل ہے الا ماشاء اللہ۔ بعض لوگ دیانتداری سے عیسائیت پر ایمان رکھنے والے بھی ہونگے لیکن ان کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ لیبل والا حصّہ بہت زیادہ ہے۔ اس لیے اب افریقہ میں عیسائیت کے ساتھ ہماری جنگ ہو رہی ہے اگر ہم یہ جنگ جیت جائیں تو دوسرے ممالک میں جو عیسائیت کے لیبل والے ہیں ان میں بھی جیت جائیں گے۔

مساواتِ محمّدی کا عملی سبق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم نعرہ لگایا تھا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الکھف آیت ۱۱۱) مسلمان اس کو بھول گئے۔ اتنے بڑے نبی کی زبان مبارک سے یہ نعرہ کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ بہت عظیم نعرہ ہے۔ فرمایا میں تمہارے جیسا انسان اور تم میرے جیسے انسان ہو، بحیثیت انسان ہم سب برابر ہیں۔ یہ نعرہ اس وقت ہم احمدیوں کا نعرہ ہے غیر احمدیوں کا تو یہ نعرہ نہیں ہے کیونکہ انہیں آپس میں بھی ایک دوسرے سے نفرت اور حقارت ہے۔ بڑا دکھ ہوتا ہے لیکن ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی جھگڑا نہیں، گو منافق ضرور ہیں۔

بہر حال افریقہ میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں۔ہم نے عملی زندگی میں مساوات کو قائم کرنا ہے مثلاً وہاں غانا میں شیطان نے آٹھ دس مخلص احمدیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ اب ہمارا افریقن غانین ربوہ جاکر شاہد کی ڈگری لے کر آیا ہے آٹھ، دس سال وہاں پڑھا ہے اس کو ہمارے ملک کا انچارج بننا چاہیئے۔مشنری انچارج اس افریقن مبلّغ کو ہونا چاہیئے ایک پاکستانی کو کیوں انچارج بنادیا ہے؟

یہ بہت بڑی جماعت ہے میں نے بتایا ہے کہ پونے دولاکھ کے قریب بالغ احمدی ۱۹۷۰ء میں تھے۔گو اس قسم کا خیال رکھنے والے آٹھ، دس تھے۔لیکن وہ پڑھے لکھے اور عہدیدار تھے۔شیطان نے اُن کے دلوں میں یہ بات پیدا کردی۔مجھے اس کا پتہ لگا تو میں کسی کو سختی اور کسی کو نرمی سے سمجھاتا رہا پہلے تو میں نے سمجھا کہ عبدالوہاب جس کا وہ نام لے رہے تھے اس کو کہیں خراب نہ کریں۔وہ بڑا مخلص اور کام کرنے والا افریقن مبلغ ہے اُس سے میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم تو بین الاقوامی سطح پر سوچتے ہیں کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سارے انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں غانا کا مشنری انچارج نہیں بلکہ سکاٹ لینڈ یا کسی اَور علاقہ کا مشنری انچارج بنادوں اور تم سوچ رہے ہو کہ GHANIAN FOR GHANA تمہارا یہ اندازِ فکر احمدیت کا اندازِ فکر نہیں ہے۔خیر وہ تو بڑا مخلص ہے اُس کے دماغ میں یہ کیڑا نہیں تھا میں تو اُس کو اِس خیال سے بچانا چاہتا تھا۔پھر میں نے دوسروں کو بھی سمجھایا۔ایک نوجوان اچھے بڑے عہدے پر کام کرتا ہے۔ڈیڑھ دو ہزار روپے تنخواہ لینے والا ہے۔جس وقت میں نے غانا سے روانہ ہونا تھا اس کی کہیں باہر جانے کی ڈیوٹی لگ گئی تو وہ اس ہوٹل میں الوداع کہنے کے لیے آگیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے اور کہنے لگا کہ افسوس ہے میں ایرپورٹ پر نہیں آسکتا اس لیے میں یہاں آگیا ہوں۔ہمارے مبلغ انچارج نے مجھے بتایا کہ یہ بھی ان آٹھ دس میں شامل ہے۔چنانچہ میں نے اسے ایک طرف لے جاکر کہا کہ تم احمدیت کی سوچ کے خلاف یہ کیا سوچ رہے ہو، میں تو یہ سوچ رہا ہوں

کہ تمہارے آدمیوں کو باہر لے جا کر یورپ کے کسی ملک کا انچارج بنا دوں اور تم یہ سوچ رہے ہو ..... GHANIAN FOR GHANA میں نے جب ذرا سختی سے یہ کہا تو اس نے بچوں کی طرح ہچکیاں لے لے کر رونا شروع کر دیا اور اُسے اپنے اوپر بالکل قابو نہ رہا۔ اس کا رو رو کر بُرا حال ہو گیا۔ پھر میں نے اسے گلے لگایا اور اس کی گردن پر پیار کیا۔ مگر پھر بھی اس کا رونا بند نہ ہوا۔ پھر میاں مبارک احمد صاحب سے بھی اس نے کہا کہ حضرت صاحب کے پاس مبلغ انچارج نے میری شکایت کر دی ہے۔

غرض وہ بڑی سعید روحیں ہیں اور وہ لوگ اخلاص سے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا مساوات کا خالی دعویٰ کافی نہیں ہے اس طرح آج نہیں تو کل شیطان کسی اَور کے دماغ میں یہ کیڑا پیدا کر دیگا اس واسطے میں نے غانا میں کماسی کے مقام پر ہمارے جو افریقن ہیڈ ماسٹر ہیں (ہمارا یہ سکول بہت اعلیٰ درجے کا ہے) اُس کو مَیں نے کہا کہ میرا تو دل کرتا ہے کہ مَیں تمہیں پاکستان کے اپنے کسی ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر لگا دوں کیونکہ جب تک ہم عملاً ان سے یہ سلوک نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارا یہ دعویٰ آج نہیں تو کل ضرور کھوکھلا نظر آئے گا۔

افریقن پیار کے حقدار ہیں وہ پیار کے بڑے بھوکے ہیں اور اس کے وہ حق دار بھی ہیں۔ ٹوگو میں جو رو کے ایک پیرامونٹ چیف جس کا اب مجھے خط ملا ہے اور اس میں اس نے لکھا ہے کہ مَیں نے آپ کے ٹوگو میں آنے پر اپنے پندرہ آدمی بطور آبزرور بھیجے تھے جن میں اکثر غیر احمدی تھے اور مَیں ان کے ذریعہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ لوگوں سے کیسے سلوک کرتے ہیں۔ انہوں نے آ کر مجھے بڑی اچھی رپورٹ دی ہے خصوصاً یہ چیز میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پیار کرنے کا کیا اثر ہوتا ہے اس بات کا بڑا اثر ہے کہ آپ نے ان سے معانقہ کیا ہے۔ اب معانقہ کرنے پر انسان کا کیا خرچ آتا ہے لیکن یہ چیز بڑا ہی اثر پیدا کرتی ہے۔ ان کے بچوں کو پیار کرنے سے ان کو گلے لگا لینے سے ان کی غیر ملکیوں کے خلاف جو نفرت اور حقارت ہے وہ ایک لمحہ میں دُھل جاتی ہے لیکن اسے ہم نے

عملاً ثابت کرنا ہے۔ اب تو حالات ایسے نہیں لیکن وہ وقت دُور نہیں جب ہمارے بیس بیس افریقن غیر ملکوں کے مشن میں بھجوائے جائینگے اب مثلاً فجی ہے وہاں سے مجھے کل ہی خط آیا ہے کہ کسی افریقن مشنری کو یہاں بھجوائیں۔ کیونکہ یہاں افریقن بھی آباد ہیں بلکہ مقامی باشندے شاید افریقن نسل سے ہی ہیں اور وہ افریقن مبلّغ اُن کے ساتھ ملے اور تبلیغ کرے تو بڑا اچھا اثر ہو گا۔

پس یہ مساوات کا سبق بھی ہم نے ہی ان قوموں کو دینا ہے۔ یہ جو اپنے آپ کو بڑی مہذب قومیں کہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا نعرہ قرآن کریم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے بھی لگایا تھا، سارے رسول یہی کہتے آئے ہیں، لیکن اُن کی جو قومیں تھیں وہ بعد میں خراب ہوگئیں چنانچہ یہ عیسائی قومیں اپنے آپ کو مہذب کہتے ہوئے بھی انسانی مساوات پر عمل نہیں کرتیں اور افریقہ میں یہ افریقن اور یورپین کے درمیان امتیاز کو قائم رکھتی ہیں۔ مَیں نے وہاں انہیں کئی دفعہ یہ کہا کہ اگر انسانیت سے تمہیں پیار ہوتا تو تم ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کبھی ایجاد نہ کرتے۔ اس قسم کی تمہاری یہ ایجادیں اپنی ذات میں اِس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ تمہیں انسانیت سے کوئی پیار نہیں ہے، اپنے آپ سے پیار ہے، اپنی قوم سے پیار ہے لیکن انسان سے بحیثیت انسان تمہیں کوئی پیار نہیں ہے۔

اِس دفعہ جب میں افریقہ گیا ہوں تو دو بوڑھے امریکن فرانکفورٹ سے لیگوس تک کی چھ گھنٹے کی پرواز کے دوران ہمارے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے میری واقفیت ہوگئی۔ چنانچہ آپس میں ہماری باتیں ہونے لگیں مَیں نے ان سے کہا کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ فرد فرد سے محبّت سے پیش نہیں آتا۔ فرد فرد سے نفرت اور حقارت کا سلوک کر رہا ہے، قوم قوم سے نفرت کرتی ہے تو مجھے شرمندگی بھی ہوتی ہے اور بڑا دکھ بھی ہوتا ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ انسان انسان سے پیار کرنا سیکھ لے؟ ویسے چونکہ یہ پڑھی لکھی اور ہوشیار قومیں ہیں۔ نہ مَیں نے روس کا نام لیا تھا نہ مَیں نے امریکہ کا نام لیا تھا اُن میں سے ایک نے آگے سے یہ جواب دیا کہ اب تو روس کے ساتھ

ہماری انڈرسٹینڈنگ ہو گئی ہے۔ مَیں نے اس سے کہا OUT OF FEAR NOT OUT OF LOVE وہ کھسیانہ سا ہو کر کہنے لگا ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔ بہرحال ایک قدم صحیح DIRECTION (جہت) کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ مَیں نے کہا یہ صحیح ہے۔ یہ میں مان لیتا ہوں لیکن تم نے انسان سے پیار کرنا نہیں سکھا کیونکہ جس کو انسان سے پیار ہوتا ہے وہ ہیروشیما پر ایٹم بم نہیں گراتا۔ معصوم بچّوں، عورتوں اور بیماروں سب کو ایک ہی ہتھیار کے ساتھ آنکھیں بند کر کے آگ کے اندر بھسم کر دیا۔ بھلا اس قسم کے اقدام سے انسان سے پیار کہاں ثابت ہوتا ہے۔

غرض آج دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو انسان کو انسان سے پیار کرنے کا سبق پڑھا سکتی ہے اور یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیں بُری عادتوں کو چھوڑنا پڑے گا، رسوم کو چھوڑنا پڑے گا۔ میرا تو دل کرتا ہے ۵۰ یا سو افریقن عورتوں کو بلا کر یہاں پاکستانی احمدیوں کے ساتھ شادی کرادوں اور یہاں کی لڑکیوں کی وہاں کے احمدیوں سے شادی کرادوں۔ ہمارے افریقن بھائی بڑے اچھے دل کے مالک ہیں۔ بڑا اچھا مزاج رکھتے ہیں۔ اپنی بیویوں سے بڑا اچھا سلوک کرنے والے ہیں۔ وہاں کثرتِ ازدواج کا بڑا رواج ہے وہ بالعموم ایک سے زاید شادیاں کرتے ہیں لیکن میاں بیوی کی آپس میں کوئی تلخی نہیں ہوتی۔ خاوند اپنی ساری بیویوں سے بڑا اچھا سلوک کرتا ہے۔ ہمارے سنگھاٹے صاحب کی غالباً دو یا تین بیویاں ہیں وہ منصورہ بیگم سے ملتی رہی ہیں، لیکن ان کے آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ افریقین معمولی باتوں پر لڑنا تو شاید جانتا ہی نہیں۔ نہ ہی وہ مذہبی اختلاف پر کبھی لڑتے ہیں اور یہ واقعی بڑی عجیب بات ہے اور بڑی ہی اچھی اور حسین کہ مذہب کے نام پر وہاں کوئی لڑائی نہیں ہوتی، وہاں مباحثے ہوتے ہیں، تقریریں ہوتی ہیں، صحیح یا غلط دلائل دئیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن یہ کہ ڈانگ ہے، رائفل ہے، پستول ہے یا مُکا ہے یہ کوئی نہیں ہے چنانچہ وہاں ہماری کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ افریقن بڑے آرام سے بات سُن لیتے ہیں۔ مَیں نے

آزمائش کے طور پر ملک کے عیسائیوں سے یہ کہا کہ تم اسلام کی کتابیں پڑھو، اگر نور نظر آجائے تو پھر اُسے قبول کر لینا مگر مجھے ایک نے بھی یہ جواب نہیں دیا کہ ہم عیسائیت پر مطمئن ہیں اس لیے ہم اپنا مذہب کیوں بدلیں؟ بلکہ ہر ایک نے مجھے یہی جواب دیا کہ ٹھیک ہے، ہم کتابیں پڑھیں گے اگر صداقت نظر آگئی تو مان لیں گے۔

"بو" میں ریڈیو کی نمائندہ ایک خاتون تھی جو ہمارے ساتھ لگی ہوئی تھی، اس کا باپ کسی زمانہ میں عیسائی ہو گیا تھا، البتہ اس کے دو تین چچا مسلمان تھے۔ وہ منصورہ بیگم سے بڑا تعلق رکھتی تھی اور باتیں کیا کرتی تھی۔ چنانچہ منصورہ بیگم کے کہنے پر کہ اسے تبلیغ کرنی چاہیئے میں نے اسے بیعت فارم دیا اور کہا کہ میں یہ فارم تمہیں اس لیے نہیں دے رہا کہ تم بیعت کے لیے دستخط کر دو بلکہ میں تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ اس میں بہت ساری شرائط لکھی ہوئی ہیں اس سے تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ ہمارے عقاید کیا ہیں۔ ساتھ ہی میں تمہیں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہماری کتابیں پڑھو پھر اگر اسلام کا نور نظر آئے تو اُسے قبول کرنے میں اپنے باپ سے نہ ڈرنا پھر مسلمان ہو جانا۔ چنانچہ وہ کہنے لگی ٹھیک ہے چلتے وقت منصورہ بیگم نے بتایا کہ اس نے آٹھ دس دفعہ کہا کہ حضرت صاحب کو میرے لیے دعا کے لیے کہتے رہیں پس اس لحاظ سے وہ بڑے اچھے ہیں، لیکن دنیا نے انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ مگر اُنکا پچاس سالہ تجربہ تھا کہ احمدی ہوتے کیسے ہیں اور پھر اب میں ایک اعلان کر آیا ہوں اور جماعت پر اس کی ذمہ داری ہے۔ مَیں نے وہاں ایک جلسے میں آٹھ دس ہزار آدمیوں کے سامنے یہ اعلان کیا تھا کہ آج کے بعد دنیا تمہیں حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی اب تمہاری عزّت اور تمہارا احترام کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ ہم افریقن کی عزّت اور احترام کو دنیا میں قائم کرینگے اب جماعت کا یہ فرض ہے کہ مَیں نے یہ جو اعلان کیا ہے اس کو عملاً ثابت کر دکھائے۔

محبّت اور پیار کی تلوار | اس وقت افریقہ میں ہمارے اور عیسائیت کے درمیان آخری اور زبردست

جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اگر ہم افریقہ میں عیسائیت سے یہ جنگ جلدی جیت لیں تو اس کا ردّ عمل دوسرے ممالک میں بڑا زبردست ہوگا۔ اب میرے پانچ چھ ہفتہ کے دورے کا ردّ عمل پاکستان میں تو یہ رونما ہُوا کہ جماعت اسلامی جیسی جماعت جو بڑے منظم چھوٹے چھوٹے سیلز پر مشتمل ہے اور امیر بھی بہت ہے ہم سے ہزار گنا زیادہ امیر ہے اسے بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ویسٹ افریقہ میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ تو ابھی بالکل ابتداء ہے، ہم نے ساری دُنیا سے یہ منوانا ہے۔ ہم اس پیغام محبت میں ناکام ہو ہی نہیں سکتے۔ مَیں وہاں یہ اعلان کر آیا ہوں کہ جب سے انسان پیدا ہُوا ہے دُنیا میں حقیقی محبت کا پیغام کبھی ناکام نہیں ہُوا، عارضی طور پر ابتلاؤں میں سے ضرور گذرا ہے لیکن ناکام نہیں ہُوا۔

یہاں میرے پاس کئی نوجوان آجاتے ہیں اور بڑے غصّے میں ہوتے ہیں کہ اُن کے گاؤں کا مولوی لاؤڈ سپیکر پر انہیں بے نقط گالیاں دیتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کا ایک احمدی نوجوان ملنے آیا وہ بڑے غصّے میں تھا تیوری اُس کی چڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں لال پیلی۔ کہنے لگا کہ میرے گاؤں کا ایک مولوی روزانہ زور زور سے گالیاں دیتا ہے، میں اس کی ساری سرگزشت سنتا رہا جب وہ خاموش ہوگیا تو مَیں نے اُسے کہا کہ اپنے گاؤں کے مولوی سے جا کر کہو کہ جتنا زور چاہو لگا لو تم ہمارے دل میں اپنے لیے نفرت نہیں پیدا کر سکتے، ہم تو انسان سے محبّت کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور اس معاملہ میں آج نہیں تو کل تمہیں اس کا قائل ہونا پڑے گا تم بچ کر نہیں جا سکتے۔ محبت کی تلوار ایک ایسی تلوار ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

پس یہ ہمارا مقام ہے اور یہ ہماری تعلیم۔ افریقہ میں طبّی امداد بہم پہنچانا اس تعلیم اور جذبے کا ایک معمولی سا اظہار ہے اس لیے مجھے جتنے آدمی چاہئیں وہ مجھے رضاکارانہ طور پر مل جانے چاہئیں ورنہ پھر مَیں حکم دونگا اور آپ کو ماننا پڑے گا وہ بھی رضاکارانہ ہی ہے۔ کئی تو میرے ذہن میں تھے اُن سے میں نے کہا بھی ہے کہ وقف کرو مثلاً ڈاکٹر انوار ہیں وہ بالکل نوجوان ہیں۔ انہوں نے

بڑی اچھی مثال پیش کی ہے۔ غالباً دو تین سال پہلے انہوں نے ڈاکٹری کی ڈگری لی ہے یہ ہمارے خان شمس الدین خاں صاحب پشاور کے صاحبزادے ہیں اور آج کل ڈاڈر میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے ٹی بی کی ٹریننگ لی ہوئی ہے۔ ان سے میں نے کہا کہ مجھے ایک ٹی بی سپیشلسٹ چاہیئے تم تجربہ حاصل کرو اور وقف کردو۔ چنانچہ اس نے اس وقت میرے سامنے کسی قسم کا اظہار نہیں کیا۔ میری بات سنی اور چلا گیا۔ بعد میں مجھے دفتر نے بتایا کہ اس نے خط لکھا ہے کہ میں اپنی زندگی وقف کرتا ہوں۔ ویسے اس قسم کے مخلص نوجوان ڈاکٹر ہوں جو وصیّت کریں اور ڈاڑھی وغیرہ رکھ لیں تو ٹھیک ہے ویسے صرف ڈاڑھی رکھنے سے کیا ہوتا ہے، اب تو ہپیز نے ڈاڑھی رکھنا شروع کردیا ہے میں اُن کی تنظیم کی پیروی کرتے ہوئے یہ نہیں کہوں گا کہ عورتوں کی طرح بال رکھ لو یا بندریوں کی طرح گھگھری پہن لو۔ وہاں ٹریفلگر سکوائر لندن میں ۱۹۶۷ء میں بھی اور اب بھی مَیں نے دیکھا ہے کہ جس طرح بندر نچانے والا بندریا کو گھگھری پہناتا ہے بلا مبالغہ لڑکے اُسی قسم کی گھگھری پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے دل میں کہا تمہیں قِرَدَةً خَاسِئِیْن کا مطلب آج سمجھ آگیا ہے آپ ہی بندر بن گئے ہو اور حیوانوں کی طرح زندگی گذارنے کے خود ہی مصداق بن گئے ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مَیں ان سے نفرت کرتا ہوں، مجھے ان سے ہمدردی ہے انسان کی زندگی کا حقیقی مزہ اور مسرّت ان کو نہیں مل رہی، لیکن یہ بات ماننی پڑے گی کہ رپورٹنگ میں وہ بڑے دیانت دار ہیں۔ وہ ساری بات شائع کردیتے ہیں۔ مگر ہمارے پاکستانی اور ہندوستانی صحافی ترک وطن کے مسئلہ پر لال پیلے ہو رہے تھے مَیں نے ان سے کہا کہ یہ انگریزوں کا ملک ہے اگر یہ تمہیں یہاں نہیں رکھنا چاہتے تو تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ویسے میں نے انہیں اصولاً بتایا کہ

IF YOU WIN THEIR HEARTS, THEY ARE NOT GOING TO TURN YOU OUT, IF DONT, YOU HAVE GOT NO RIGHT TO STAY HERE.

مگر اس کے اوپر بھی انہیں غصّہ چڑھ گیا تھا اور پھر ہمارے ساتھ تعلّق رکھنے والے ایک پاکستانی صحافی نے جب ان کا غصّہ دیکھا تو ان کا غصّہ نرم کرنے کے لیے مجھ سے کہنے لگا کہ روڈیشیا اور ساؤتھ افریقہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟ میں نے اس سے کہا کہ جس طرح یہ ملک انگریزوں کا ہے اسی طرح وہ ملک افریقنوں کا ہے اور جب بھی اللہ تعالیٰ انہیں طاقت دے (اور میں امید کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں) وہ ان سفید فام لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے ۔ یہ بھی دراصل سفید فام کو چپیڑ لگانے کے مترادف تھا مگر یہ بھی انہوں نے اپنی اخباروں میں دے دیا ۔

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل | یہ آپ اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ساری دنیا کو بحیثیت انسان، انسان سے محبّت کا سبق دینا جماعت احمدیہ کا کام ہے کوئی اور دے بھی نہیں سکتا اور نہ ان کی ذمہ داری ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا فضل ہے ۔ اب مَیں مغربی افریقہ میں گیا ہوں، مجھے ایک لحظہ کے لیے بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ مَیں اپنے گھر سے دور ہوں؛ بلکہ بعض دفعہ یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ گھر میں مجھے اتنی محبت نہیں ملتی تھی جتنی یہ لوگ دے رہے ہیں ۔ وہ عجیب قوم ہے ۔ مجھ سے مصافحہ کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور بغیر کچھ کہے یا بات کیے کھڑے ہیں اور مُنہ تکے جا رہے ہیں ۔ میں اپنی طبیعت کے لحاظ سے یا حجاب کی وجہ سے منہ نیچے کر لیتا تھا اور گردن جھکا لیتا تھا ۔ وہ میرا ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے ۔ پیچھے سے دوسرا افریقن اُسے ٹھونگے لگا رہا ہوتا تھا کہ چھوڑ دو میری باری ہے ۔ لیکن وہ کھڑے ہیں ۔ ابادان میں ACTUALLY یہ ہوا کہ ایک آدمی نے مصافحہ کیا اور ہاتھ چھوڑ نہیں رہا تھا ۔ دوسرے نے زور سے اس کا ہاتھ پرے کھینچا اور فوراً آگے آگیا اور اس طرح ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی ۔ مَیں ان پر حکومت کرنے کے لیے تو نہیں گیا تھا ۔ سارے بھائی بھائی ہیں یہ آپ سوچا کریں ۔ خدمت کرنے کی میرے اوپر ذمہ داری ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سوائے میرے اور کسی کے سامنے جواب دِہ نہیں ہو ۔ بڑی سخت

جواب دہی ہے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ اگر مَیں آپ کے سامنے جواب دِہ ہوتا تو آپ کے ساتھ شاید ہزار چالاکیوں سے کام لیتا، لیکن اگر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں تو کوئی چالاکی نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ علاّم الغیوب ہے۔ اِس واسطے مَیں تو ہر وقت ڈرتے ڈرتے عاجزانہ زندگی گزار رہا ہوں، باقی یہ کہ اس نے میرے سپرد جو کام کیا ہے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نہ مَیں آپ سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی اور طاقت سے ڈرتا ہوں، وہ کام تو مَیں ضرور کروں گا اور اپنی پوری طاقت سے کرونگا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دِہ ہوں یہ اس کا دُوسرا رُخ ہے۔ کیا وہ مجھے یہ نہیں کہے گا کہ تمھارے سامنے دس ہزار پاکستانی احمدی تھے، مگر ان کے سامنے کیوں خوف کا اظہار کیا۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ سوائے اللہ کے کسی اور سے نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہی کہتا ہے بعض میرے سامنے بے تکلّف بات کرنے والے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے بُت نہیں بنایا، نہ پہلوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنایا تھا اور نہ اس وقت بنایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ایک بُت کی طرح اپنی جماعت کے احباب میں بیٹھوں اور ہمارے تو کبھی خیال میں بھی یہ نہیں آیا۔ لیکن جو ذمّہ واریاں اور تعلّقات ہیں وہ تو آپ کو بھی نباہنے چاہئیں اور میں بھی جہاں تک مجھے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے نباہنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

تیس ۳۰ ہیلتھ سنٹرز کا پروگرام

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں مَیں نے کم از کم تیس ۳۰ میڈیکل سنٹرز کھولنے کا اعلان کیا ہے زیادہ سے زیادہ جتنی تعداد میں خدا تعالیٰ ہمیں کھولنے کی توفیق دے یہ اس کا فضل ہے مگر سر دست تیس سنٹرز کھولنے کا اعلان کیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے میڈیکل سنٹرز کھولنے کئی پہلوؤں سے ہمارے لیے بہت ضروری ہیں اور اب جبکہ اتنی رَو پیدا ہو چکی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ افریقہ کے سارے ملکوں میں اس قسم کی رَو پیدا ہو جائے تو اس صورت میں اس سے فائدہ نہ اُٹھانا بڑی بُری بات ہے۔

نارتھ نائیجیریا احمدیت کے حق میں بڑا متعصب ہے کیونکہ عثمان بن فودیؒ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے پہلی صدی میں نائیجیریا میں مجدّد ہوئے ہیں وہاں انہی کے مرید پائے جاتے ہیں۔سو سال پہلے اللہ تعالےٰ نے انہیں اسلام کی صحیح شکل دکھائی تھی مگر اب چھلکا رہ گیا ہے روح غائب ہوگئی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ بظاہر مذہبی لحاظ سے بڑے پکّے ہیں اور ہمارے بڑے مخالف ہیں اب نائیجیریا کے نئے دستور کے مطابق مسلم نارتھ کئی سٹیٹس میں تقسیم ہوگیا ہے کئی ریاستیں بنادی گئی ہیں جب ہم شروع میں نائیجیریا میں گئے ہیں تو ہماری تمام تر توجہ ولیسٹ اور الیسٹ نائیجیریا پر تھی۔نارتھ میں وہ ہمیں گھسنے نہیں دیتے تھے اس لیے وہاں ہماری جماعت تو کیا ایک آدمی بھی احمدی نہیں تھا۔پھر اللہ تعالےٰ کے فرشتوں نے وہاں ایسا انتظام کیا کہ کانو کی سٹیٹ جو مسلم نارتھ کا ایک حصّہ ہے وہاں ہم غالباً ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۰ء کے درمیان داخل ہوئے۔ پہلے وہاں ایک دو احمدی ہوئے جو مسلم نارتھ کے رہنے والے تھے اور دوسری جگہوں پر رہتے تھے۔ پھر وہ بڑھنے شروع ہوئے اب خدا تعالےٰ کے فضل سے وہاں جماعت قائم ہوگئی ہے۔ پھر وہاں میڈیکل سنٹر کھُلا تو جماعت اور بھی زیادہ مقبول ہوگئی۔

امیرِ آف کانو جو عثمان بن فودیؒ کی نسل میں سے ہیں (یعنی عثمان بن فودیؒ کے ایک بیٹے سلیمان کی نسل میں سے ہیں) اور امیر آف کانو کہلاتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ بہت تعاون کرتے ہیں۔ دوسری طرف سکوتو جہاں عثمان بن فودی کا لڑکا خلیفہ بنا وہاں ابھی تک ہماری کوئی جماعت نہیں۔چنانچہ جب سکوتو کے گورنر نے اعلان کیا کہ ان کی سٹیٹ تعلیم میں بہت پیچھے ہے تو میں نے کہلا بھیجا کہ ہم فوری طور پر چار سکول کھولتے ہیں جس پر اس نے پورے تعاون کا یقین دلایا۔ اب یہ ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں، بلکہ فرشتوں نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی اور وہ کہنے لگا کہ اگر آپ سکوتو کے علاقے میں اپنی محبت پیدا کرلیں اور ان کے دل جیت لیں تو آپ سارے

مسلم نارتھ کا دل جیت لیں گے. کیونکہ سکوتو مسلم نارتھ کا دل ہے (اس لحاظ سے کہ یہیں عثمان بن فودیؒ پیدا ہوئے اور ان کی آگے نسل چلی ہے) اور یہ کہ میں آپ سے پورا تعاون کرونگا۔ چنانچہ اس نے ایک سکول کے لیے چالیس ایکڑ زمین دلوا دی ہے اور مزید تین سکولوں کے لیے دلوادیں گے۔

مزید ڈاکٹروں کی ضرورت اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غیروں کے دلوں میں بھی احمدیت کے حق میں ایک رَو پیدا ہو رہی ہے اور یہ کام پُورے نہیں ہو سکتے، جب تک یہاں سے ڈاکٹر اور ٹیچر رضا کارانہ طور پر کام کرنے کے لیے نہ جائیں۔ ہمیں اس وقت زیادہ تر ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ ٹیچرز تو ضرورت سے زیادہ آ گئے ہیں۔

یورپ میں ہمارے کئی افریقن احمدی زیرِ تعلیم ہیں۔ زیادہ تر سکالرشپ پر آئے ہوئے ہیں کیونکہ افریقہ میں بہت کم لوگ امیر ہیں۔ بعض دفعہ ان کے لڑکے پڑھائی میں اچھے نہیں ہوتے۔ بہرحال ہمارے افریقن طلبا یورپ میں آ کر بڑی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے عاشق ہیں۔ یورپ میں جب میں دونوں دفعہ گیا ہوں تو وہاں بھی مجھے ملتے رہے ہیں۔ میں نے اُن میں بڑا تغیر دیکھا ہے۔ اُن کا رنگ نظر نہیں آتا، اُن کے دل کا نور نظر آ رہا ہوتا ہے انہیں دیکھ کر یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کالے رنگ کی طرف منسوب ہونے والی قوم ہے۔ وہ بڑی محنت کے ساتھ پڑھائی بھی کرتے ہیں اور بڑے اخلاص کے ساتھ جماعتی کام بھی کرتے ہیں۔ ہمارے پاکستانی بعض دفعہ اچھا نمونہ نہیں دکھاتے، بہت کمزوریاں دکھا جاتے ہیں، لیکن جو افریقہ سے آتے ہیں ان کا نمونہ بہت اچھا ہوتا ہے اس لیے ہمیں نوجوانوں کی فکر کرنی اور انہیں سنبھالنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ زیادہ سے زیادہ وقف کر دیں ہم بعد میں چھان بین کر لیں گے، حالات دیکھیں گے اور جوں جوں ضرورت بڑی یا جوں جوں ضرورت بڑھتی چلی جائے گی، انہیں بُلا لیا جائیگا۔ وہاں کی ڈاک کا انتظام بھی خاطر خواہ اور تسلّی بخش نہیں ہے۔ مجھے کئی دوستوں نے

افریقہ میں خط لکھے جو کئی کئی مہینے کے بعد یہاں واپس آ کر ملے ہیں۔ ۲۵ دن میں وہاں نہیں پہنچے اور بعض دفعہ پانچویں ساتویں دن خط وہاں پہنچ جاتا ہے، پتہ نہیں ڈاک کا کیا حساب ہے؟ اگر دو دفعہ بھی غیر ملکی حکومتوں سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کرنی پڑے تو دو تین مہینے ہم لیٹ ہو جاتے ہیں پھر منظوریاں لمبی ہوتی ہیں۔ اس لیے جو بھی وقف کریں خواہ چھ سال کے لیے یا استثنائی صورت میں ۳ سال کے لیے یا ساری عمر کے لیے وقف کریں سب کے فارم مع نقول سر ٹیفکیٹ آ جانے چاہئیں۔ اپنی ایم بی بی ایس کی ڈگری کی فوٹو سٹیٹ کاپی ضرور آنی چاہیئے۔ ایک تو ابھی سے ORIGINAL ڈگریاں سنبھال کر رکھیں اور اگر گم ہو چکی ہیں تو ان کی DUPLICATE کاپیاں حاصل کر لیں۔ کرنل یوسف صاحب مرحوم کے بارہ میں بھی کچھ دِقّت پیش آئی تھی، لیکن چونکہ ان کا ساری عمر کا تجربہ تھا، اس لیے انہیں اجازت مل گئی تھی۔ حکومت ان معاملات میں بڑی سخت ہے اور ہونی بھی چاہیئے۔ مَیں خوش ہوں۔ وہ رعایت نہیں کرتے۔ جو ملکی قانون ہے اس کی وہ بہر حال پابندی کرتے ہیں اور سر ٹیفکیٹ وغیرہ دیکھ کر پوری تسلّی کرنے کے بعد اجازت دیتے ہیں۔ یہ تو اس لحاظ سے بھی اچھا ہے کہ اس سے ہمارے ملک کو سبق لینا چاہیئے کہ قانون کی پابندی ضروری ہے۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ شاید دِقّت پیدا ہو، لیکن اب ایسا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ غانا نے شروع میں ایک ڈاکٹر کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔ انہوں نے ہمارے مبلغوں کے کوٹے میں سے ڈاکٹروں کا پرمٹ دے رکھا تھا۔ مَیں اس طریق سے متفق نہیں تھا۔ مَیں نے وہاں کی جماعت سے کہا یہ تم ظلم کر رہے ہو۔ میری ہدایت کے خلاف تم نے مبلغوں کے کوٹے میں سے نئے ڈاکٹر کے لیے پرمٹ لے لیا ہے۔ چنانچہ جب میں نے انہیں سختی سے منع کیا تو وہ متعلقہ وزیر سے ملے۔ وہ مان گیا اور اس نے پہلی منظوری منسوخ کر کے ڈاکٹر کا الگ پرمٹ جاری کیا۔ پس غانا کی حکومت جہاں پہلے ایک ڈاکٹر کی منظوری نہیں دیتی تھی، اب وہ تیس ڈاکٹروں کی منظوری دینے پر رضامند ہو گئی ہے۔

لیڈی ڈاکٹرز کی ضرورت | واقفین ڈاکٹر صاحبان اپنے ساتھ اپنی فیملی کو بھی لے جاسکتے ہیں بعض ہماری ڈاکٹر لڑکیوں نے زندگی وقف کی ہے اُن کے لیے مجھے ڈاکٹر لڑکوں کی تلاش ہے اس لیے جس نے ایسی ڈاکٹر لڑکی سے شادی کرنی ہو جو واقف زندگی ہو، وہ مجھے بتا دے ہم دونوں کو وقف کے طور پر وہاں بھیجدیں گے۔ وہاں کی حکومت کی طرف سے تو اس بات پر کوئی پابندی نہیں کہ کوئی لیڈی ڈاکٹر بھی ضرور آئے۔ لیکن ہمیں اس لیے ضرورت ہے کہ نائیجیریا کے مسلم نارتھ میں خصوصاً پردے کا بڑا رواج ہے اور وہاں حال یہ ہے کہ جو عورت مر رہی ہو گی وہی ڈاکٹر کے پاس جائے گی اور کئی اس طرح مرجاتی ہونگی۔ اس لیے اگر ہم وہاں لیڈی ڈاکٹر بھجوا سکیں اور وہ خدا کے فضل سے وہاں مقبول ہوجائیں تو ہماری تبلیغ کا ایک اور راستہ کھُل جائے گا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ۔ ۱۳ تا ۲۱ شہادۃ / اپریل ۱۳۵۱ / ۱۹۷۲ ہش / ء

مغربی افریقہ میں

نصرت جہاں آگے بڑھو پروگرام

کا

اِجمالی خاکہ

از یکم نومبر ۱۹۷۰ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۷۲ء

نمبر شمار	نام ملک	جو ڈاکٹر پہلے کام کر رہے ہیں	جو ڈاکٹر اب پہنچ چکے ہیں	جو عنقریب جا رہے ہیں	مزید ضرورت
۱	غانا	×	۴	۲	۲
۲	سیرالیون	×	۳	۲	۲
۳	گیمبیا	۱	۵	×	×
۴	نائیجیریا	۲	۴	۲	۶
۵	آئیوری کوسٹ	×	×	۱	۱
۶	لائبیریا	×	×	×	۱
	کل میزان	۳	۱۶	۷	۱۲

تفصیل ملک وار

نام ملک	نمبر شمار	نام ڈاکٹر	جگہ
غانا	۱	مکرم ڈاکٹر غلام احمد صاحب	کوکوفو
	۲	" " سید غلام مجتبیٰ "	اسوکورے
	۳	" " بشیر احمد خاں "	ٹیچیمان
	۴	" " آفتاب احمد "	سویڈرو
گیمبیا	۵	مکرم ڈاکٹر انوار احمد خاں صاحب	باتھرسٹ (ٹی۔بی کلینک)
	۶	" " احتشام الحق "	" (دانتوں کے ماہر)
	۷	" " محمد اشرف "	گنجور
	۸	" " محمد حفیظ خاں "	سالکینی
	۹	" " طاہر احمد "	سوما
نائیجیریا	۱۰	مکرم ڈاکٹر قاضی منور احمد صاحب	بکورو
	۱۱	" " عبدالرحمٰن بھٹہ "	اکارے
	۱۲	" " عبدالرؤف "	لیگوس
	۱۳	" " عزیز احمد "	کابا
سیرالیون	۱۴	مکرم ڈاکٹر محمد اسلم جہانگیری صاحب	جورو
	۱۵	" " امتیاز احمد "	بواجے بو
	۱۶	" " سردار محمد حسن "	روکوپور

مندرجہ ذیل ڈاکٹر اس سکیم سے پہلے کام کر رہے ہیں

نمبر شمار	نام ڈاکٹر	جگہ
۱	مکرم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب	کانو (نائیجیریا)
۲	" " عمر الدین "	لیگوس (")
۳	" " سعید احمد "	کور (گیمبیا)

مزید ۷ ڈاکٹرز عنقریب جانے کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔

امام وقت کا ایک اہم ارشاد

"مزید برآں مجھے وہاں (یعنی افریقہ میں) کام کرنے کے لیے فوری طور پر

تیس ۳۰ ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور اساتذہ اسکے علاوہ ہیں

یہ بھی مجھے فکر نہیں کہ رضا کار واقف ملیں گے یا نہیں ملیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ وہاں کام کیا جائے۔ جس چیز کی مجھے فکر ہے اور آپ کو بھی ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ محض خدا کے حضور مالی قربانی پیش کر دینا کوئی چیز نہیں جب تک کہ وہ مقبول نہ ہو۔ اس واسطے آپ بھی دعا کریں اور میں بھی دعا کرونگا کہ یہ سعی مشکور ہو، خدا تعالیٰ اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے"!

(الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۰ء)

اعترافِ حقیقت

گیمبیا کے وزیر صحت و تعلیم و سماجی بہبود آنریبل الحاج گار باجا ہمپیا نے احمدیہ مسجد دارالسلام روز ہل ماریشس میں ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

"ہم سب اور بالخصوص یہ عاجز حضرت امام جماعت احمدیہ کا از حد شکر گزار ہے جب ۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح احمدیہ مشن کے معاینہ کی غرض سے اس ملک (گیمبیا) میں تشریف لائے تو خاکسار اس وقت بھی صحت تعلیم اور سماجی بہبود کا وزیر تھا اس حیثیت سے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح سے بارہا ملاقات کرنے کا موقع ملا اور ایک دعوت کے موقع پر آپ کے شریک طعام ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا ہیں اس امر کا اظہار کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی گیمبیا میں تشریف آوری ہمارے لیے بہت سودمند ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی وہاں تشریف آوری کا ہی ایک ثمرہ ہے کہ ہم خدمتِ خلق کے میدان میں جماعت احمدیہ کی عظیم رفاہی سرگرمیوں سے متمتع ہو رہے ہیں نہ صرف کور میں بلکہ سالکین، گنجور، سوما اور باتھرسٹ میں بھی احمدی ڈاکٹر طبی خدمات بجالانے میں مصروف ہیں باتھرسٹ میں ان کا ہسپتال میری رہائش گاہ سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ سب وہ برکات ہیں جن کے ہم احمدی مسلمانوں کے جذبہ رواداری، عزم و استقلال اور ان کے قائدین کی نوازشات کی بدولت مورد ہوئے ہیں جماعت احمدیہ کی ان طبی خدمات، جن سے غربا، متوسط طبقہ کے لوگ اور امراء سب مستفید ہو رہے ہیں ہم شکر گزار ہیں ہزاروں پونڈ کی رقوم جماعت احمدیہ کی طرف سے اس ملک میں خرچ کی جائیں گی اگر دیکھا جائے تو یہی حقیقی اسلام ہے جس کا عملی نمونہ آج جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے۔"

(الفضل ۳ مئی ۱۹۷۲ء)

۲۔ غانا میں شاہ کو کوفو نے احمدیہ ہسپتال کے افتتاح کے موقع پر فرمایا:۔

"ہم جماعت احمدیہ کے امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے از حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق اس علاقہ میں کلینک قائم کروایا اور اس کے لیے پاکستان سے ایک ماہر ڈاکٹر کو یہاں بھجوانے کا انتظام فرمایا۔"

(الفضل ۶ مئی ۱۹۷۲ء)

۳۔ نائیجیریا کے مقام بکورو میں احمدیہ کلینک کی افتتاحی تقریب پر

آنریبل سمتھ انجی شماہ ہیلتھ کمشنر نے فرمایا:۔

"آج اس سٹیٹ کی طبّی تاریخ میں ایک نیا قدم اُٹھایا گیا ہے، ہم کو جو اِس سٹیٹ کے رہنے والے ہیں جماعت احمدیہ کا انتہائی شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ اس تنظیم کی بدولت ہمیں یہ کلینک میسّر آیا ہے جس کی ضرورت بشدّت محسوس کی جارہی تھی۔"

(الفضل ۵ مئی ۱۹۷۲ء)

۴۔ سیرالیون میں نصرت جہاں کے تیسرے کلینک کے افتتاح کے موقع پر

شمالی صوبہ کے ریذیڈنٹ وزیر نے فرمایا:۔

"جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں اور خدمات کا جو مختصر خاکہ میں نے ابھی پیش کیا ہے اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سیرالیون میں اس قدر مختصر عرصہ کے دوران احمدیہ مشن کی یہ کامیابی اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ اسلام کی فتح کا دن قریب ہے۔"

(الفضل ۴ مئی ۱۹۷۲ء)

۱۳ مارچ ۱۹۷۰ء کو مجلس نصرت جہاں ربوہ نے ۱۳ واقف ڈاکٹروں کو الوداعی عصرانہ دیا۔ حضرت امیرالمومنین اپنے خدام سے مصروف گفتگو ہیں
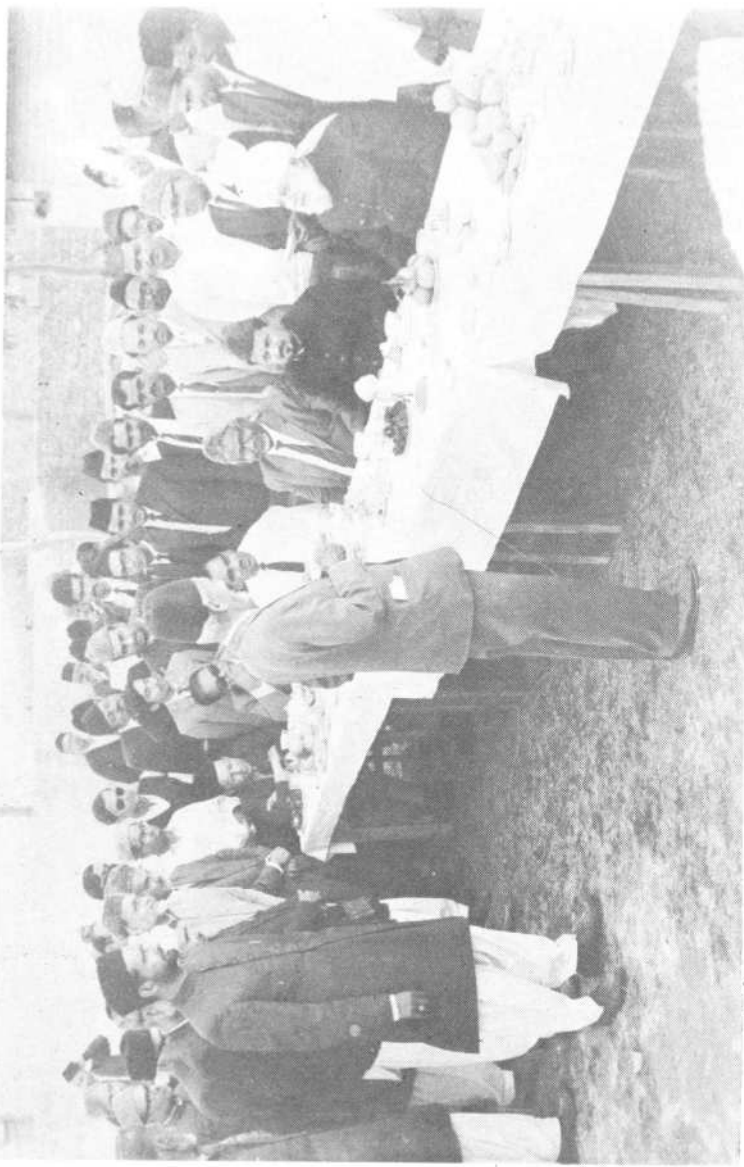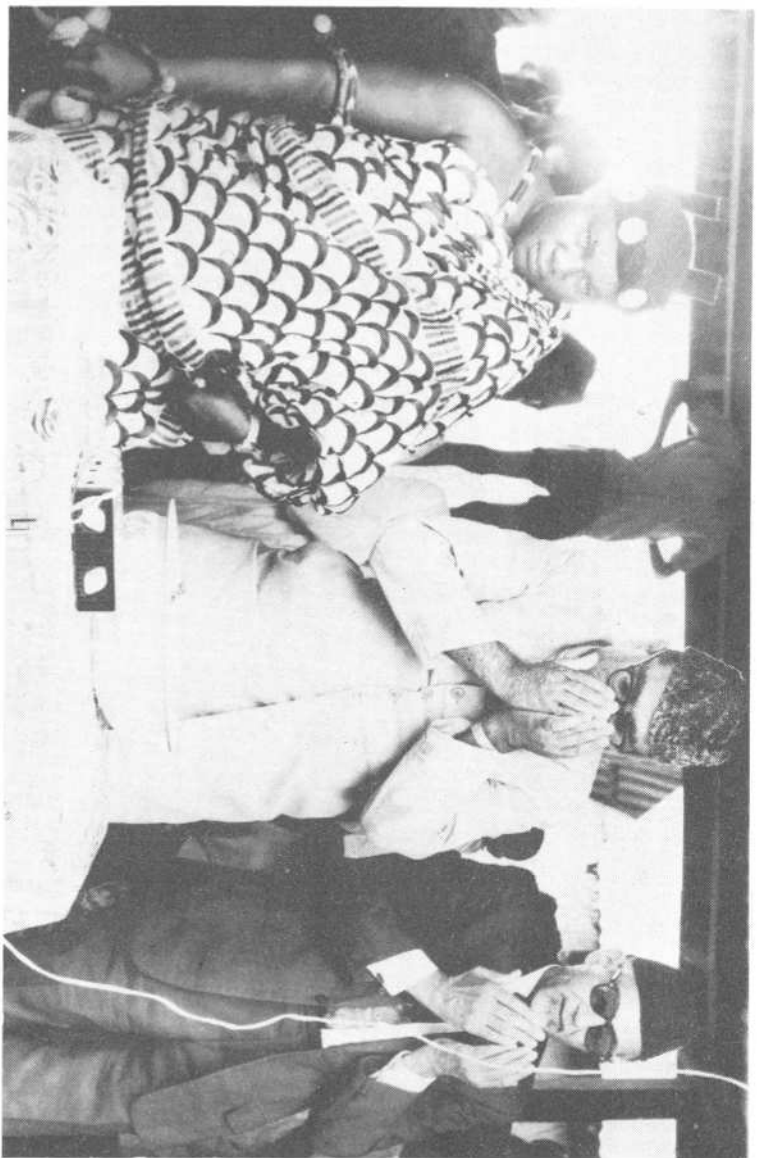
مجلس نصرت جہاں کے پہلے ہسپتال کا افتتاح کوکوفو (غانا) میں یکم نومبر ۱۹۷۰ء کو دعا سے ہو رہا ہے